ماہنامہ

خواتین

جمادی الاولی 1448ھ اکتوبر 2026ء

جلد:05

شمارہ:10

ویب ایڈیشن

BP ہو یا شوگر

سورۂ قدر اور سورۂ کوثر تین تین بار پڑھ کر یا پڑھوا کر پانی پر دَم کر کے پئیں اِن شآءَ اللہ الکریم BP ہو یا شوگر آپ نارمل ہو جائیں گے۔

مدت علاج: شفا ملنے تک روزانہ ایک بار

لمبی عمر پانے کا وظیفہ

"یَا وَارِثُ"

جو اس کا ورد کرے گا، اِن شآءَ اللہ الکریم اس کی عمر لمبی ہو گی۔

(مدنی پنج سورہ، ص 297)

اسلامی بہنوں (خواتین) کے لیے

واٹس ایپ استخارہ سروس

عاشقانِ رسول کی دینی تنظیم "دعوتِ اسلامی" کے شعبہ روحانی علاج کی جانب سے اسلامی بہنوں کے لیے واٹس ایپ پر استخارہ سروس متعارف کروادی گئی ہے

- ایک بار میسج کرنے کے بعد جواب کا انتظار کریں
- وڈیوز یا تصاویر نہ بھیجیں
- صرف ٹیکسٹ میسج کے ذریعے رابطہ فرمائیں۔ کالز اور وائس میسیجز موصول نہیں کیے جاتے۔

اہم ہدایات

استخارہ یا تعویذات پر کوئی رقم یا فیس نہیں لی جاتی

دعوتِ اسلامی کے تحت واٹس ایپ پر استخارہ صرف درج ذیل نمبرز سے کیا جاتا ہے۔

+92316-4262697

+92316-4262696

Go To Index

فہرست

سلسلہ	عنوان	لکھاری	صفحہ
قرآن وحدیث			
تفسیرِ قرآنِ کریم	نکاح کے شرعی اصول	محترمہ بنت شہزاد مدنیہ عطاریہ	2
شرحِ حدیث	توکل کی برکات	محترمہ بنتِ کریم بخش مدنیہ عطاریہ	4
فیضانِ سیرت			
اخلاقِ نبوی	حضور کی مجاہدین سے محبت	محترمہ بنتِ محمد خلیق عباسی	6
معجزاتِ انبیا	حضرت داود علیہ السلام کے معجزات و عجائبات (آخری قسط)	شعبہ ماہنامہ خواتین	8
انوکھی باتیں	ممتا کی تڑپ اور رب کی رحمت	محترمہ ام میلاد عطاریہ	11
نیک خواتین کے سبق آموز واقعات	رضائے مولا از ہمہ اولی	محترمہ ام سلمہ مدنیہ عطاریہ	13
فیضانِ بزرگانِ دین			
فیضانِ اعلیٰ حضرت	شرح قصیدۂ نور (قسط1)	محترمہ بنتِ اشرف مدنیہ عطاریہ	14
فیضانِ امیرِ اہلِ سنت	پیغامِ بنتِ عطار + نیک اعمال (نیک عمل نمبر45)	محترمہ بنتِ عطار باجی	16
فیضانِ امیرِ اہلِ سنت	شرح شجرۂ قادریہ، رضویہ، ضیائیہ، عطاریہ (قسط12)	محترمہ ام فیضان مدنیہ عطاریہ	18
فیضانِ امیرِ اہلِ سنت	مدنی مذاکرہ	امیرِ اہلِ سنت	19
اسلام اور خواتین			
بیٹیوں کی تربیت	بیٹیوں کو وقت پر سونے جاگنے کی تربیت دیں	محترمہ ام میلاد عطاریہ	21
خاندان میں عورت کا کردار	سوتیلی ماں کا کردار	محترمہ ام غزالی مدنیہ عطاریہ	23
علم نور ہے			
قرآنیات	قرآنِ مجید مکمل ضابطۂ حیات ہے	محترمہ بنتِ افضل مدنیہ عطاریہ	25
شرعی رہنمائی			
دار الافتاء اہلسنت		مفتی ابو محمد علی اصغر عطاری مدنی	27
اسلامی بہنوں کے شرعی مسائل		مفتی ابو محمد علی اصغر عطاری مدنی	29
رسم و رواج			
اعتقادات و توہمات (قسط نمبر6)	بدشگونی	محترمہ بنتِ مقصود عطاریہ	30
اخلاقیات			
کرنے والے کام	اپنے کام سے کام رکھئے!	محترمہ ام انس عطاریہ	33
ناکرنے والے کام	دوسروں کے کام میں مداخلت مت کیجیے	محترمہ بنتِ عطاء اللہ عطاریہ	35
فیضانِ دعوتِ اسلامی			
نئی لکھاری	جوائنٹ فیملی سسٹم کے مثبت اور منفی پہلو	محترمہ بنتِ سرفراز نواز عطاریہ	37
فیضان آن لائن اکیڈمی گرلز کی جھلکیاں	اللہ کا پیغام کورس	فیضان آن لائن اکیڈمی گرلز	40

اپنے تاثرات (Feedback)، مشورے اور تجاویز نیچے دیئے گئے ای میل ایڈریس اور (صرف تحریراً) واٹس ایپ نمبر پر بھیجئے:

mahnamahkhawateen@dawateislami.net

صرف اسلامی بہنیں: +923486422931

پیش کش: شعبہ ماہنامہ خواتین، مجلس ماہنامہ فیضانِ مدینہ دعوتِ اسلامی

شرعی تفتیش: مولانا مفتی محمد انس رضا عطاری مدنی
دار الافتاء اہلِ سنت (دعوتِ اسلامی)

سینئر معاون: مولانا ابوزین العابدین عطاری مدنی

چیف ایڈیٹر: مولانا ابو الابصار قادری

Go To Index

نکاح کے شرعی اصول

محترمہ بنتِ شہزاد مدنیہ عطاریہ
معاونہ و متخصصہ دارالافتاء اہلسنت دھوراجی کراچی

اسلام ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے جو انسانی زندگی کے ہر شعبے میں ہماری راہ نمائی فرماتا ہے۔ ازدواجی زندگی بھی انسانی زندگی کا ایک اہم حصہ ہے، اسی لیے اسلام نے نکاح کے متعلق واضح اور پاکیزہ اصول بیان فرمائے ہیں۔ نکاح نہ صرف ایک فطری ضرورت کی تکمیل کا ذریعہ ہے بلکہ سنتِ انبیا اور اہم عبادت بھی ہے۔ قرآنِ کریم میں نکاح کی ترغیب دیتے ہوئے حکم ارشاد فرمایا گیا ہے: وَ اَنْكِحُوا الْاَیَامٰى مِنْكُمْ وَ الصّٰلِحِیْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَ اِمَآىٕكُمْؕ-اِنْ یَّكُوْنُوْا فُقَرَآءَ یُغْنِهِمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖؕ (پ18، النور:32)

ترجمہ: اور تم میں سے جو بغیر نکاح کے ہوں اور تمہارے غلاموں اور لونڈیوں میں سے جو نیک ہیں ان کے نکاح کر دو۔ اگر وہ فقیر ہوں گے تو اللہ انہیں اپنے فضل سے غنی کر دے گا۔

اس آیت میں شرمگاہوں کی حفاظت کا ایک طریقہ بیان کیا جا رہا ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ تم میں سے جو بغیر نکاح کے ہوں خواہ مرد ہوں یا عورتیں، کنوارے یا غیر کنوارے (یعنی شادی شدہ تھے لیکن پھر طلاق یا ایک کی موت ہوگئی) اور تمہارے غلاموں اور لونڈیوں میں سے جو نیک ہیں ان کے نکاح کر دو۔[1] جبکہ آیت کے اس حصے (اِنْ یَّكُوْنُوْا فُقَرَآءَ یُغْنِهِمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖؕ) سے معلوم ہوتا ہے کہ نکاح کی برکت سے تنگ دستی دور ہو جاتی اور فراخ دستی حاصل ہوتی ہے۔ جیسا کہ تفسیرِ نسفی میں ہے: آیت میں غنا سے مراد شوہر اور بیوی کے دو رزقوں کا جمع ہو جانا یا نکاح کی برکت سے فراخی حاصل ہونا مراد ہے۔[2] حدیثِ پاک سے بھی اس بات کی تائید ہوتی ہے کہ نکاح کے ذریعے رزق تلاش کرو۔[3]

مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: (اَلْاَیَامٰى سے مراد ہے:) مرد یا عورت کنوارے یا غیر کنوارے، یہ امر استحبابی ہے اور ضرورت کے وقت وجوب کے لیے ہے اگر زنا کا خطرہ ہو۔ (الصّٰلِحِیْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ سے مراد ہے:) جو نکاح کے لائق ہوں یا نیک وصالح ہوں، نالائقوں کا نکاح نہ کرو جو تمہیں اور اپنی بیویوں کو پریشان کریں۔ (اِنْ یَّكُوْنُوْا فُقَرَآءَ یُغْنِهِمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖؕ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:) معلوم ہوا کہ نکاح غنا کا سبب ہو جاتا ہے کہ اس کے سبب اللہ پاک فقیر کو غنی کر دیتا ہے۔ عورت خوش نصیب ہوتی ہے۔[4]

رشتہ منتخب کرتے وقت کن باتوں کا خیال رکھیں؟ افسوس! بعض اوقات صرف مال و دولت یا قریبی رشتہ داری کی وجہ سے اپنی بہنوں اور بیٹیوں کی شادی ایسے مردوں سے کر دی جاتی ہے جو ظالم و جابر، شرابی، جواری یا طرح طرح کے گناہوں میں مبتلا ہوتے ہیں۔ یہ اسلامی تعلیمات سے دوری کے ساتھ ساتھ عورت پر بہت بڑا ظلم بھی ہے۔ اس لیے اگر آپ کو اپنی بیٹی یا کسی قریبی رشتہ دار کے نکاح کے معاملے میں فیصلہ کرنا ہو تو صرف مال، خاندان یا ظاہری وجاہت کو معیار نہ بنائیے، بلکہ دین داری، اچھے اخلاق اور کردار کو بھی ضرور پیشِ نظر رکھیے۔ حدیثِ پاک میں ہے: جس نے اپنی بیٹی کا نکاح کسی فاسق سے کیا اس نے قطع رحمی کی۔[5] حضرت اسماء بنتِ ابو بکر رضی اللہ عنہما فرماتی ہیں: نکاح کرنا عورت کو کنیز بنانا ہے، لہٰذا غور کر لینا چاہیے کہ وہ اپنی بیٹی کو کہاں بیاہ رہا ہے۔[6] حضرت امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایک شخص آیا اور عرض کی: میری ایک ہی بیٹی ہے جس سے میں بہت محبت کرتا ہوں، اس کے کئی رشتے آئے ہیں، آپ مجھے کس سے شادی طے کرنے کا مشورہ دیتے ہیں؟ ارشاد فرمایا: اس کی ایسے شخص سے شادی کرو جو خوفِ خدا والا ہو، کیونکہ اگر ایسا شخص

Go To Index

تمہاری بیٹی سے محبت کرے گا تو اسے عزت دے گا اور اگر نفرت بھی کرے گا تو (خوفِ خدا کی وجہ سے) ظلم نہیں کرے گا۔[7] چنانچہ لڑکی والوں کو چاہیے کہ اپنی بیٹی کے لیے نیک، دین دار، درست عقیدے والا، خوش اخلاق اور سخی شخص منتخب کریں اور فاسق و بدکار شخص سے اس کا نکاح نہ کریں کہ اچھا رشتہ صرف دنیاوی آسائش کا نام نہیں، بلکہ ایسا شریکِ حیات جو دین دار اور خوفِ خدا رکھنے والا ہو، وہ ازدواجی زندگی میں اپنی بیوی کے حقوق کی زیادہ حفاظت کرے گا اور اختلاف کی صورت میں بھی ظلم وزیادتی سے بچے گا۔

نکاح کے فوائد دینِ اسلام میں نکاح ایک اہم عبادت اور سنتِ انبیا ہے۔ نکاح کے ذریعے انسان بہت سے فتنوں اور بے راہ روی سے محفوظ رہتا، نگاہ اور خیالات کی حفاظت ہوتی اور تقویٰ کے حصول میں مدد ملتی ہے۔ اسی طرح میاں بیوی ایک دوسرے کے لیے سکون، محبت اور غم خواری کا ذریعہ بنتے ہیں۔ اللہ پاک نے بھی میاں بیوی کے رشتے کو باہمی سکون اور محبت کا ذریعہ قرار دیا ہے۔ نکاح کے عظیم فوائد میں سے ایک نسلِ انسانی کی بقا اور نیک اولاد کا حصول بھی ہے۔ اولاد انسان کے لیے خوشی، محبت اور بڑھاپے میں سہارا بننے کا ذریعہ ہے۔ مسلمان کے لیے نکاح اور اولاد کے حصول میں یہ نیت بھی ہونی چاہیے کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی اُمّت میں اضافہ ہو، کیونکہ حضور کو اپنی اُمّت کی کثرت محبوب ہے۔[8]

مناسب رشتے کے لیے کن باتوں کا خیال رکھیں؟ ہر لڑکی کی خواہش ہوتی ہے کہ اس کا نکاح نیک، اچھے اخلاق اور مناسب کردار رکھنے والے شخص سے ہو اور وہ آئندہ زندگی سکون کے ساتھ گزارے۔ اس مقصد کے لیے رشتہ تلاش کرتے وقت صرف ظاہری حسن یا مال و دولت کو معیار بنانے کے بجائے دین داری اور اچھے اخلاق کو بنیادی اہمیت دینی چاہیے۔

کنواری لڑکی کے لیے رشتہ آنے کے سلسلے میں زینت اختیار کرنے کے بارے میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: کنواری لڑکیوں کو زیور ولباس سے آراستہ رکھنا کہ ان کی منگنیاں آئیں، یہ بھی سنت ہے۔ بلکہ عورت کا باوجودِ قدرت بالکل بے زیور رہنا مکروہ ہے کہ مردوں سے تشبہ ہے۔[9] لہٰذا اگر آپ کے گھر میں کوئی کنواری بیٹی یا بہن ہے تو اسے شرعی حدود میں رہتے ہوئے صاف ستھرا، سلیقہ مند اور باوقار رہنے کی ترغیب دیجیے۔ البتہ! زینت کا مقصد نامحرم مردوں کی توجہ حاصل کرنا نہیں، بلکہ خواتین اور رشتہ داروں کے ذریعے مناسب رشتے کی تلاش میں معاونت حاصل کرنا ہونا چاہیے۔

شادی میں تاخیر کرنا کیسا؟ اگر لڑکا اور لڑکی باہم کفو ہوں، دین دار اور درست عقیدے کے حامل ہوں تو والدین کو بلاوجہ نکاح میں تاخیر نہیں کرنی چاہیے کہ ایک روایت میں ہے: جب تمہارے پاس ایسے شخص کا رشتہ آئے جس کی دین داری اور اخلاق تمہیں پسند ہوں تو اُس سے (اپنی بیٹی کا) نکاح کر دو، اگر ایسا نہ کرو گے تو زمین میں فتنے اور لمبے چوڑے فساد برپا ہو جائیں گے۔[10] لہٰذا محض مال، برادری یا دیگر دنیاوی وجوہ کی بنا پر اچھے اور مناسب رشتے کو بلاوجہ رد یا مؤخر نہیں کرنا چاہیے۔ البتہ! اولاد کو بھی چاہیے کہ نکاح کے معاملے میں والدین کی رضامندی اور شرعی احکام کی پابندی کرے اور کسی غیر محرم سے خفیہ تعلق قائم نہ کرے۔ نیز اپنی برادری میں ہی شادی کرنا شرعاً ضروری نہیں؛ مناسب اور کفو کا رشتہ دوسری برادری میں بھی ہو تو اسے محض برادری مختلف ہونے کی وجہ سے رد نہیں کرنا چاہیے۔ اللہ پاک ہمیں شرعی احکام پر عمل کرنے اور اپنی اولاد کے نکاح کے معاملات میں درست فیصلے کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین بجاہِ سید المرسلین صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم

---

(1) تفسیر خازن، 3/350 (2) تفسیر نسفی، ص779 (3) مسند الفردوس، 1/88، حدیث: 282 (4) تفسیر نور العرفان، ص564 (5) الکامل فی ضعفاء الرجال، 3/165 (6) سنن کبریٰ للبیہقی، 7/133، رقم: 13481 (7) شرح السنہ، 5/9، 10، تحت الحدیث: 2234 (8) عورت اور قرآن، ص271 ملخصاً (9) فتاویٰ رضویہ، 22/126، 127 ملتقطاً (10) ترمذی، 2/344، حدیث: 1086

توکل کی برکات

محترمہ بنتِ کریم بخش مدنیہ عطاریہ
شعبہ ٹیچر ٹریننگ ڈیپارٹمنٹ مجلس جامعۃ المدینہ گرلز

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ایک شخص نے اپنے گھر والوں کی محتاجی دیکھی تو جنگل کی طرف نکل گیا، جب اس کی بیوی نے یہ معاملہ دیکھا تو وہ چکی کی طرف اٹھی، اسے رکھا، پھر تنور کی طرف گئی اور اسے جھونک دیا، پھر بولی: الٰہی! ہمیں روزی دے تو چکی کا پیالہ بھر گیا۔ جب وہ تنور کی طرف گئی تو اسے بھی بھرا ہوا پایا۔ جب شوہر گھر آیا اور پوچھا کہ کیا تم نے میرے بعد کچھ پایا؟ بیوی نے کہا: ہاں۔ اپنے رب کی طرف سے۔ پھر وہ چکی کی طرف اٹھا۔ یہ واقعہ نبیِ پاک صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم سے عرض کیا گیا تو آپ نے فرمایا: اگر وہ شخص اسے نہ اٹھاتا تو چکی قیامت تک گھومتی رہتی۔ (1)

شرحِ حدیث

یہ واقعہ ایک صحابیِ رسول کا ہے جو حضور نبیِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے زمانۂ مبارک میں پیش آیا اور حضور نے اسے کرامت قرار دیتے ہوئے اس کی تصدیق فرمائی۔ صحابۂ کرام سب کے سب اللہ پاک کے مقبول بندے اور اولیا ہیں اور ولی کی کرامت نبی کے معجزے کی برکت سے ہوتی ہے۔ اس صحابی کا نام معلوم نہ ہو سکا۔

اس صحابی نے جب اپنے گھر والوں کی شدید محتاجی دیکھی تو شرمندگی اور روزی کی تلاش میں جنگل کی طرف نکل گئے۔ ان کی اہلیہ نے گھر میں اناج نہ ہونے کے باوجود چکی کا اوپر والا پاٹ رکھ دیا اور تنور جھونک دیا، تاکہ لوگوں کو ان کی محتاجی کا علم نہ ہو۔ پھر اللہ پاک سے رزق کی دعا کی۔ اللہ پاک کو ان کا توکل اور عزتِ نفس کی حفاظت کا یہ انداز ایسا پسند آیا کہ جب وہ تنور کے پاس پہنچیں تو اسے روٹیوں سے بھرا ہوا پایا، جبکہ چکی بھی غیبی آٹے سے بھر چکی تھی۔ جب شوہر واپس آئے اور اپنی اہلیہ سے اس رزق کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے عرض کیا کہ یہ ہمارے رب کی طرف سے ہے۔ وہ چکی کی طرف گئے تو اسے چلتا ہوا پایا اور اس کا اوپر والا پاٹ اٹھا دیا۔ چنانچہ جب حضور کو یہ سارا واقعہ عرض کیا گیا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ اگر وہ اسے نہ اٹھاتے تو وہ چکی قیامت تک چلتی رہتی۔ (2)

اس واقعے سے اللہ پاک کی قدرت، رزقِ غیبی، توکل اور اللہ پاک سے حسنِ ظن کا درس ملتا ہے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ تنگ دستی کے باوجود اپنی عزتِ نفس کی حفاظت کرنا اور اللہ پاک ہی سے رزق مانگنا باعثِ برکت ہے۔

توکل کی برکات

مذکورہ روایت میں بیان ہونے والا واقعہ خوارق کے قبیل سے ہے۔ دنیا عالَمِ اسباب ہے، تاہم اللہ پاک اپنی قدرتِ کاملہ سے کبھی بغیر ظاہری اسباب کے بھی اپنے بندوں کے لیے رزق اور دیگر امور کا انتظام فرما دیتا ہے۔ اسے خوارق کہا جاتا ہے۔ اس واقعے میں بھی میاں بیوی نے اللہ پاک پر کامل توکل کرتے ہوئے اسی سے رزق طلب کیا تو اللہ پاک نے غیب سے ان کے لیے آٹے اور روٹی کا انتظام فرما دیا۔

توکل کا معنی توکل کا مفہوم یہ ہے کہ اپنا کام کسی کے سپرد کر کے اس پر اعتماد کرنا۔(3) جبکہ اللہ پاک پر توکل کا مطلب یہ ہے کہ اسے حقیقی کارساز مانتے ہوئے اپنے معاملات اس کے سپرد کر دیئے جائیں اور اس کی قدرت و رحمت پر کامل یقین رکھا جائے۔(4)

توکل کی فضیلت جو لوگ اللہ پاک کی ذات پر کامل یقین اور بھروسا رکھتے ہیں، اللہ پاک ان کی تمام حاجات میں ان کا کفیل

ہوتا ہے اور وہ اپنے تمام تر معاملات اللہ پاک کے سپرد کرکے ذہنی طور بھی پُرسکون رہتے ہیں۔

اللہ پاک پر کامل یقین اور بھروسا رکھنے والا شخص اپنے معاملات اللہ پاک کے سپرد کرکے قلبی سکون حاصل کرتا ہے۔ اللہ پاک نے توکل کرنے والوں سے اپنی محبت کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے: فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِؕ اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِیْنَ(۱۵۹) (پ4، اٰلِ عمرٰن:159) ترجمہ: پھر جب کسی بات کا پختہ ارادہ کرلو تو اللہ پر بھروسہ کرو بیشک اللہ توکل کرنے والوں سے محبت فرماتا ہے۔ ایک مقام پر کامل ایمان والوں کے متعلق ارشاد فرمایا: وَّ عَلٰى رَبِّهِمْ یَتَوَكَّلُوْنَ(۲) (پ9، الانفال:2) ترجمہ: اور وہ اپنے رب پر ہی بھروسہ کرتے ہیں۔ ایک مقام پر ارشاد فرمایا: وَ مَنْ یَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗؕ (پ28، الطلاق:3) ترجمہ: اور جو اللہ پر بھروسہ کرے تو وہ اسے کافی ہے۔ ایک مقام پر ارشاد فرمایا: اِنَّهٗ لَیْسَ لَهٗ سُلْطٰنٌ عَلَى الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَلٰى رَبِّهِمْ یَتَوَكَّلُوْنَ(۹۹) (پ14، النحل:99) ترجمہ: بیشک اسے ان لوگوں پر کوئی قابو نہیں جو ایمان لائے اور وہ اپنے رب ہی پر بھروسہ کرتے ہیں۔

توکل ترکِ اسباب کا نام نہیں یاد رکھیے! حقیقی توکل یہ نہیں کہ انسان اسباب کو چھوڑ دے، بلکہ توکل یہ ہے کہ جائز اسباب اختیار کرنے کے بعد نتیجہ اللہ پاک کے سپرد کردیا جائے۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہُ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے عرض کی: یارسولَ اللہ! میں اونٹنی کو باندھ کر توکل کروں یا اسے کھلا چھوڑ کر؟ ارشاد فرمایا: اسے باندھ کر توکل کرو۔[5]

رزق کا ذمہ اللہ پاک نے لیا ہے، لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ انسان محنت وکوشش چھوڑ کر بیٹھ جائے۔ حضرت مریم رضی اللہُ عنہا کو بھی رزق عطا فرمانے کے باوجود اللہ پاک نے کھجور کے درخت کو ہلانے کا حکم فرمایا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بندے کو اسباب اختیار کرنے چاہئیں، البتہ! بھروسا اسباب پر نہیں بلکہ مُسَبِّبُ الْاَسْبَاب اللہ پاک پر ہونا چاہیے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہُ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہُ علیہ واٰلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: اگر تم اللہ پاک پر ایسا توکل کروجیسا اس پر توکل کرنے کا حق ہے تو ضرور وہ تمہیں رزق دے گا جیسے پرندوں کو دیتا ہے کہ وہ صبح کو بھوکے جاتے ہیں اور شام کو شکم سیر لوٹتے ہیں۔[6]

پرندے رزق کی تلاش میں صبح اپنے گھونسلوں سے نکلتے ہیں اور شام کو پیٹ بھر کر واپس آتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ توکل محنت وکوشش چھوڑنے کا نام نہیں، بلکہ کوشش کرتے ہوئے دل کا بھروسا اللہ پاک کی ذات پر رکھنے کا نام ہے۔

رزق نہ رکھیں ساتھ میں پنچھی اور درویش
جن کا رب پر آسرا ان کو رزق ہمیش

ہمارا توکل کیسا ہے؟ ہمیں اپنا جائزہ لینا چاہیے کہ کیا ہمارا توکل بھی حقیقی ہے؟ بعض اوقات ہم زبان سے تو اللہ پاک پر بھروسا کرنے کا اظہار کرتی ہیں، لیکن دل میں اپنے معاملات کے بارے میں بے چینی اور پریشانی باقی رہتی ہے۔ کبھی رزق کے بارے میں فکر مند ہوتی ہیں، کبھی کسی کام کے نتیجے کے بارے میں اور کبھی کسی مسئلے کے حل کے بارے میں۔

حقیقی توکل یہ ہے کہ جائز اسباب اختیار کرنے کے بعد اپنے معاملات اللہ پاک کے سپرد کرکے دل کو مطمئن رکھا جائے۔ رزق کمانے اور دیگر ضروری کاموں میں مصروف رہا جائے، لیکن اس قدر نہیں کہ نماز اور دیگر حقوقُ اللہ و حقوقُ العباد ہی ضائع ہونے لگیں۔ حلال وحرام کی تمیز بھی برقرار رہے اور دل کا اعتماد صرف اللہ پاک کی ذات پر ہو۔

اللہ پاک ہمیں حقیقی توکل کی برکتیں نصیب فرمائے اور ہر حال میں اپنی رضا پر راضی رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اٰمِین بِجاہِ النّبیِّ الْاَمین صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم

---

1 مسند امام احمد، 16/384، حدیث:10658
2 مراٰۃ المناجیح، 7/125، 126 ملخصاً
3 تفسیر صراط الجنان، 2/46
4 احیاء علوم الدین، 4/321 مفہوماً
5 ترمذی، 4/154، حدیث:2351
6 ترمذی، 4/232، حدیث:2525

حضور کی مجاہدین سے محبت

(نئی رائٹرز کی حوصلہ افزائی کے لئے یہ دو مضمون 52ویں تحریری مقابلے سے منتخب کرکے ضروری ترمیم و اضافے کے بعد پیش کئے جارہے ہیں۔)

محترمہ بنتِ محمد خلیق عباسی (فرسٹ پوزیشن)
(فائیو ائیر، صدر راولپنڈی)

اسلام کا مجاہد کسی بادشاہ کے مادی اور شخصی اقتدار کے لیے، عورت و دولت کے لیے، ملک گیری یا مالِ غنیمت کے لیے یا قومیت و وطنیت کے لیے نہیں لڑتا بلکہ وہ اللہ قادرِ مطلق کی زمین پر صرف خدا کے دین کی سربلندی اور آخرت کی فیروز مندی کے لیے لڑتا ہے، اس کی لڑائی دین کی حاکمیت، انسانوں کے ضمیر کو آزادی دلانے اور انہیں تخلیق کے اعلیٰ مقاصد سے ہمکنار کرنے کے لیے ہوتی ہے، اسی لیے وہ دشمن کو قتل کرے تب بھی اور خود قربان ہو جائے جب بھی سرفرازی اس کا مقدر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آخری نبی صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم راہِ خدا میں لڑنے والے مجاہدین سے خاص محبت و شفقت فرماتے، کیونکہ اللہ کریم قرآنِ حکیم میں فرماتا ہے: اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الَّذِیْنَ یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِهٖ صَفًّا كَاَنَّهُمْ بُنْیَانٌ مَّرْصُوْصٌ(۴) (پ28، الصف:4)

ترجمہ: بیشک اللہ ان لوگوں سے محبت فرماتا ہے جو اس کی راہ میں اس طرح صفیں باندھ کر لڑتے ہیں گویا وہ سیسہ پلائی دیوار ہیں۔

جب مالکِ کائنات نے خود مجاہدین سے محبت فرمائی تو حضور نے بھی قولاً اور عملاً مجاہدین کو تیار کیا، آپ مجاہدین کی خیریت دریافت فرماتے، زخمیوں کی تیمارداری فرماتے اور ان کے اہل و عیال کی دیکھ بھال خود اپنے ذمے لیتے۔ جو مجاہد شہید ہو جاتا آپ اس کے اہل و عیال کو حوصلہ دیتے اور ان شہدا کے درجات کی بلندی کے لیے خصوصی دعائیں بھی فرماتے۔ حضور کی مجاہدین سے محبت کی عملی مثالیں ملاحظہ کیجئے:

قبورِ شہدا کی زیارت حضور اقدس صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم شہدائے اُحد کی قبروں کی زیارت کے لیے تشریف لے جاتے۔ ایک مرتبہ آپ ان کی قبروں پر تشریف لے گئے اور عرض کی: اے اللہ! تیرا رسول گواہ ہے کہ اس جماعت نے تیری رضا کی طلب میں جان دی ہے۔[1] امامِ اہلسنت حضور کی کرم نوازیوں کے بارے میں کیا خوب فرماتے ہیں:

اسی سرکار سے دنیا و دیں ملتے ہیں سائل کو
یہی دربارِ عالی کنزِ آمال و امانی ہے

مجاہدین کی دلجوئی حضور مجاہدین صحابہ کی دلجوئی اور حوصلہ افزائی بھی فرمایا کرتے تھے۔ جیسا کہ غزوۂ اُحد میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے تیر چلانے کی مہارت کو دیکھتے ہوئے ان کی حوصلہ افزائی ان الفاظ سے فرمائی: (اے سعد! تیر) پھینکو! میرے ماں باپ تم پر قربان۔[2] یہ وہ مبارک کلمات ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: حضور نے حضرت سعد کے علاوہ کسی اور کے لیے اپنے والدین کو یوں جمع نہیں فرمایا۔[3]

اسی طرح جنگِ موتہ میں حضور نے تین ہزار مجاہدین کا لشکر خود تیار کر کے اس کا سپہ سالار حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو مقرر فرمایا، اپنے دستِ مبارک سے جھنڈا باندھا اور اس لشکر کو رخصت کرنے خود "ثنیۃ الوداع" کے مقام تک تشریف لے گئے۔ اس سے بھی حضور کی مجاہدین سے محبت کا اندازہ ہوتا ہے، نیز جب مسلمانوں اور کفار کے درمیان گھمسان کی جنگ ہوئی تو حضور یہ سب اپنی چشمانِ مبارک سے مدینہ منورہ میں ملاحظہ فرما رہے تھے اور مجاہدین سے محبت کا یہ عالم تھا کہ ان کی شہادت پر

Go To Index

مبارک آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ یہی نہیں بلکہ لشکر کے لوٹنے پر حضور اپنے جانثار مجاہدین کے استقبال کے لیے گھوڑے پر سوار ہو کر تشریف لے گئے۔ مدینہ کے مسلمان اور چھوٹے بچے بھی دوڑتے ہوئے آپ کے ساتھ گئے۔[4]

الغرض احادیثِ مبارکہ سے پتا چلتا ہے کہ حضور مجاہدین سے اس لیے محبت فرماتے تھے کیونکہ وہ اللہ پاک کے دین کو سربلند کرنے کے لیے اپنی جان قربان کرتے تھے۔

اللہ کریم ہمیں بھی اپنی خوشنودی کے لیے دین کی راہ میں قبول فرمائے۔ اٰمین بِجاہِ النّبیِّ الْاَمین صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم

محترمہ بنتِ غلام جیلانی
(فائیو ائیر، فیضانِ رضا سرجانی ٹاؤن کراچی)

حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم عمومی طور پر تو تمام ہی صحابہ کرام سے بے حد محبت فرماتے تھے مگر خصوصاً مجاہدین صحابہ سے حضور کی محبت بے مثال تھی۔ حضور کبھی اپنے شفقت بھرے انداز سے ان کی حوصلہ افزائی فرماتے تو کبھی اپنی زبان اقدس سے ایسے دلکش القابات یا جملے ارشاد فرماتے جن سے مجاہدین صحابہ کرام کے حوصلے بلند ہو جاتے۔ چند جھلکیاں ملاحظہ فرمائیے:

حضرت سعد سے اندازِ محبت غزوۂ اُحد کے موقع پر حضور نے اپنے ترکش کے تیر حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو نکال کر دیئے اور فرمایا: (تیر) پھینکو! میرے ماں باپ تم پر فدا ہوں۔[5] سبحٰن اللہ! کیا نرالہ انداز ہے محبت و حوصلہ افزائی کا اور کیا شان ہے حضرت سعد کی کہ محبوبِ خدا ان سے فرما رہے ہیں کہ میرے ماں باپ تم پر فدا ہوں!

حضرت ابو طلحہ کی تیر اندازی پر خوشی کا اظہار غزوۂ اُحد میں حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ حضور کے ساتھ ایک ڈھال سے آڑ لیے ہوئے تھے اور ابو طلحہ اچھے تیر انداز تھے، وہ جب تیر پھینکتے تو حضور اُچک کر ان کے تیر گرنے کی جگہ کو ملاحظہ فرماتے تھے۔[6] آپ کا یوں سر اٹھانا یہ دیکھنے کے لیے تھا کہ اس تیر نے کتنے کفار مارے ہیں، کیونکہ حضرت ابو طلحہ کا تیر خالی نہ جاتا تھا۔[7] یقیناً حضور کا یوں اچک اچک کر حضرت ابو طلحہ کے پھینکے ہوئے تیروں کو دیکھنا خوشی کی وجہ سے تھا کہ یہ تیر کفار کے سینوں پر مارے گئے تھے۔

میں تمہارے ساتھ ہوں مجاہدین سے حضور کی محبت کا اندازہ اس واقعہ سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ حضور ایک بار قبیلۂ اسلم کے کچھ لوگوں کے پاس سے گزرے جو بازار میں تیر اندازی کر رہے تھے تو آپ نے فرمایا: اے اولادِ اسماعیل! تیر اندازی کرو کہ تمہارے باپ (حضرت اسماعیل) بھی تیر انداز تھے اور میں فلاں جماعت کے ساتھ ہوں۔ یہ سن کر دوسری جماعت والوں نے ہاتھ روک لیے۔ آپ نے وجہ پوچھی تو انہوں نے عرض کی: جب آپ فلاں جماعت کے ساتھ ہوگئے تو پھر ہم کیسے ان پر تیر اندازی کریں؟ فرمایا: تم تیر اندازی جاری رکھو! میں تم سب کے ساتھ ہوں۔[8] معلوم ہوا کہ حضور نہ صرف جنگ کے وقت بلکہ عام دنوں میں بھی مجاہدین سے محبت بھرا انداز اپناتے اور ان کی تربیت کے لیے خود ان کے ساتھ شامل ہو جاتے تھے۔

القاب نوازی یہ بھی حضور کی محبت ہی تھی کہ آپ نے صحابہ کرام کی شجاعت و بہادری کو سراہتے ہوئے کسی کو اسد اللہ تو کسی کو سیف اللہ کے خوبصورت القابات سے نوازا۔

الغرض کتبِ احادیث اور تاریخ آقا کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی مجاہدین کے ساتھ محبت اور شفقت کے واقعات سے بھری ہوئی ہیں۔ اللہ پاک ہمیں بھی صحابہ کرام کی سچی محبت نصیب فرمائے اور اپنی راہ میں جان و مال قربان کرنے کا شوق اور جذبہ نصیب فرمائے۔ آمین

---

(1) مدارج النبوت، 2/135 (2) بخاری، 3/37، حدیث: 4055 (3) مسند امام احمد، 2/357، حدیث: 1147 (4) سیرت مصطفےٰ، ص403 تا 408 ملتقطاً (5) بخاری، 3/37، حدیث: 4055 (6) بخاری، 2/282، حدیث: 2902 (7) مراۃ المناجیح، 5/468 (8) بخاری، 2/476، حدیث: 3507

حضرت داود علیہ السلام کے معجزات و عجائبات (آخری قسط)

حضرت داود علیہ السلام اللہ پاک کے برگزیدہ نبی، عظیم بادشاہ اور نہایت عبادت گزار بندے تھے۔ آپ کو اللہ پاک نے نبوت وسلطنت کے ساتھ بے شمار خصوصی فضائل اور ایسے حیرت انگیز معجزات عطا فرمائے جو اس کی قدرتِ کاملہ اور آپ کی نبوت کی روشن نشانیاں تھے۔ گزشتہ دو قسطوں میں آپ کے کئی معجزات اور ایمان افروز واقعات کا ذکر ہو چکا ہے۔ اس آخری قسط میں آپ کی مبارک زندگی کے مزید چند حیرت انگیز پہلوؤں کے ساتھ آپ کی محنت، عبادت، زہد اور چند ایمان افروز واقعات کا ذکر کیا جائے گا، تاکہ ہم آپ کی سیرتِ مبارکہ سے اپنے لیے عملی راہ نمائی حاصل کر سکیں۔

لوہا آپ کے ہاتھوں میں موم بن جاتا تھا

حضرت داود علیہ السلام کا ایک عظیم معجزہ یہ بھی تھا کہ اللہ پاک نے لوہے کو آپ کے لیے نرم فرما دیا تھا۔ سخت سے سخت لوہا آپ کے ہاتھوں میں موم یا گوندھے ہوئے آٹے کی طرح نرم ہو جاتا تھا۔ اسے آگ میں گرم کرنے یا ہتھوڑے سے کوٹنے کی ضرورت نہیں پڑتی تھی۔

آپ جس طرح چاہتے، اپنے ہاتھوں سے اسے موڑ لیتے اور اس سے مضبوط زرہیں تیار کر کے انہیں فروخت کرتے تھے۔ یہی آپ کی آمدنی کا ذریعہ تھا۔ ایک زرہ تیار کر کے اس کی قیمت سے اپنی ضروریات پوری کرتے، اپنے اہل و عیال پر خرچ کرتے اور اللہ پاک کی رضا کے لیے غریبوں اور مسکینوں کی بھی مدد فرماتے تھے۔[1]

آپ نے زرہ سازی کیوں شروع کی؟

حضرت داود علیہ السلام ایک عظیم بادشاہ تھے، لیکن اس کے باوجود آپ اپنی اصلاح کا ہمیشہ خیال رکھتے تھے۔ روایت میں آتا ہے کہ آپ کبھی کبھی عام آدمی کا لباس پہن کر شہر میں نکلتے اور لوگوں سے پوچھتے: تمہارا بادشاہ داود کیسا ہے؟ ایک مرتبہ آپ کی ملاقات ایک ایسے شخص سے ہوئی جو درحقیقت فرشتہ تھا اور انسانی شکل میں آیا تھا۔ آپ نے اس سے بھی یہی سوال کیا تو اس نے عرض کی: داود بہت اچھے انسان ہیں، لیکن اگر ان میں ایک بات نہ ہوتی تو۔ آپ نے پوچھا: وہ کون سی بات ہے؟ اس نے عرض کی: وہ بیت المال سے اپنا خرچ لیتے ہیں۔ اگر وہ اپنے ہاتھ کی کمائی کھائیں تو ان کے فضائل اور بڑھ جائیں گے۔

یہ سن کر حضرت داود علیہ السلام نے فوراً اللہ پاک کی بارگاہ میں دعا کی کہ وہ آپ کو کوئی ہنر سکھا دے اور اسے آپ کے لئے آسان کر دے۔ اللہ پاک نے آپ کی دعا قبول فرمائی، آپ کو زرہ سازی کا فن سکھایا اور لوہے کو آپ کے لیے نرم فرما دیا۔ یوں آپ اپنے ہاتھوں سے زرہیں تیار کرتے، انہیں فروخت کرتے اور اپنی کمائی سے زندگی گزارتے تھے۔ مختلف روایات میں آتا ہے کہ آپ کے ہاتھ کی بنائی ہوئی ایک زرہ ایک ہزار کی ہوتی جو چھ ہزار درہم تک فروخت ہوتی تھی۔ اس آمدنی کا ایک حصہ آپ اپنے اہل و عیال پر خرچ کرتے، ایک حصہ اللہ پاک کی راہ میں دیتے اور ایک حصہ مسلمانوں کی بھلائی کے کاموں میں صرف کرتے تھے۔ یہاں تک کہ آپ بیت المال سے بالکل بے نیاز ہو گئے۔[2]

حضور نے تعریف فرمائی

حضرت داود علیہ السلام کی یہ عادت اللہ پاک کو بہت پسند تھی۔ اسی لیے حضور نے بھی اس کی تعریف فرمائی اور ارشاد فرمایا: کسی انسان نے اپنی محنت کی کمائی سے بہتر کبھی کوئی کھانا نہیں کھایا

اور اللہ پاک کے نبی حضرت داود علیہ السّلام بھی اپنے ہاتھ کی کمائی سے کھاتے تھے۔ [3]

حضرت داود علیہ السّلام کا یہ معجزہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ محنت کی کمائی عزت کا باعث ہوتی ہے۔ منصب کتنا ہی بلند کیوں نہ ہو، اپنے ہاتھ سے کام کرنا انسان کی شان کو کم نہیں کرتا بلکہ اور زیادہ بڑھا دیتا ہے۔

عبادت میں بھی بے مثال

حضرت داود علیہ السّلام صرف عظیم نبی اور عادل بادشاہ ہی نہیں تھے، بلکہ اللہ پاک کے نہایت عبادت گزار بندے بھی تھے۔ بے پناہ سلطنت اور بے شمار ذمہ داریوں کے باوجود آپ کا دل ہمیشہ اپنے رب کی یاد میں لگا رہتا تھا۔ عبادت، ذکرِ الٰہی اور خشیتِ خدا آپ کی زندگی کا نمایاں وصف تھا۔ حضرت ابو درداء رضی اللہُ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور جب بھی حضرت داود کا ذکر کرتے تو ارشاد فرماتے: وہ بہت عبادت گزار انسان تھے۔ [4]

حضرت داود علیہ السّلام نے اپنی زندگی کو نہایت خوبصورتی سے ترتیب دیا تھا۔ ایک دن حکومت کے معاملات نمٹاتے اور لوگوں کے درمیان فیصلے فرماتے، دوسرے دن اپنے ذاتی کام انجام دیتے اور تیسرا دن پوری طرح عبادت کے لیے مخصوص رکھتے تھے۔ اس دن آپ اپنی عبادت گاہ پر پہرہ بھی مقرر کر دیتے تاکہ کوئی عبادت میں خلل نہ ڈالے۔ [5]

آپ راتوں کو قیام فرماتے اور دن میں روزے رکھتے تھے۔ آپ کی عبادت اس قدر پسندیدہ تھی کہ حضور نے اسے امت کے لیے بہترین نمونہ قرار دیا اور ارشاد فرمایا: اللہ پاک کو حضرت داود علیہ السّلام کے نفلی روزے سب سے زیادہ پسند ہیں۔ آپ ایک دن روزہ رکھتے اور ایک دن ناغہ کرتے تھے۔ اسی طرح اللہ پاک کو حضرت داود علیہ السّلام کی نفلی نماز سب سے زیادہ پسند تھی۔ آپ آدھی رات تک آرام فرماتے، پھر ایک تہائی رات عبادت کرتے اور آخر میں کچھ دیر پھر آرام فرماتے تھے۔ [6]

الغرض حضرت داود علیہ السّلام کی سیرت سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ اللہ پاک کا مقرب بندہ وہی ہے جو عبادت اور دنیاوی ذمہ داریوں، دونوں کے حقوق ادا کرے۔ آپ ایک عظیم بادشاہ بھی تھے، لوگوں کے مسائل بھی حل کرتے تھے، اپنے ہاتھ سے محنت بھی کرتے تھے اور اللہ پاک کی عبادت میں بھی کسی سے پیچھے نہ تھے۔ یہی توازن ایک کامل مومن کی پہچان ہے۔

زندگی کے چند ایمان افروز واقعات

حضرت داود علیہ السّلام کی مبارک زندگی سے متعلق بعض ایسے واقعات بھی احادیثِ مبارکہ میں ملتے ہیں جو اللہ پاک کی قدرت، انبیا علیہمُ السّلام کے بلند مقام اور ان کی عظمت کو مزید نمایاں کرتے ہیں۔ حضرت داود علیہ السّلام کی مبارک عمر ایک سو سال تھی۔ ان میں سے ساٹھ سال آپ کی اصل عمر تھی، جبکہ باقی چالیس سال حضرت آدم علیہ السّلام نے اپنی عمر میں سے عطا کیے تھے۔ چنانچہ

مروی ہے: جب اللہ پاک نے حضرت آدم علیہ السّلام کو پیدا فرمایا تو ان کی تمام اولاد کو ان پر ظاہر فرمایا۔ حضرت آدم علیہ السّلام نے ایک شخص کے چہرے پر خاص نور دیکھا اور عرض کی: اے میرے رب! یہ کون ہیں؟ اللہ پاک نے فرمایا: یہ داود ہیں۔ حضرت آدم علیہ السّلام نے عرض کی: ان کی عمر کتنی ہے؟ اللہ پاک نے فرمایا: ساٹھ سال۔ تو عرض کی: اے میرے رب! میری عمر میں سے چالیس سال انہیں عطا فرما دے۔ اللہ پاک نے ان کی دعا قبول فرمالی۔

جب حضرت آدم علیہ السّلام کی عمر پوری ہوئی تو مَلَكُ الْمَوْت حاضر ہوئے۔ آپ نے فرمایا: کیا میری عمر کے چالیس سال باقی نہیں؟ مَلَكُ الْمَوْت نے عرض کی: کیا آپ وہ چالیس سال اپنے بیٹے داود کو عطا نہیں کر چکے؟ حضرت آدم علیہ السّلام نے انکار کیا تو ان کی اولاد نے بھی انکار کیا۔ حضرت آدم علیہ السّلام بھول گئے، اسی لیے ان کی اولاد بھی بھول جاتی ہے اور حضرت آدم علیہ السّلام سے اجتہادی خطا ہوئی، اسی لیے ان کی اولاد سے بھی خطا ہو جاتی ہے۔ [7]

Go To Index

حضرت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃُ اللہِ علیہ فرماتے ہیں کہ آدم علیہ السلام کی عمر ایک ہزار سال تھی، آپ نے عرض کیا کہ میری عمر نو سو ساٹھ سال کر دے اور داود علیہ السلام کی عمر پورے سو 100 سال، یہ دعا رب نے قبول فرمالی۔[8]

حیرت انگیز وفات

حضرت داود علیہ السّلام کی وفات کا واقعہ بھی نہایت ایمان افروز ہے۔ حضور نے ارشاد فرمایا کہ حضرت داود نہایت غیرت مند تھے۔ جب آپ گھر سے باہر تشریف لے جاتے تو دروازے بند کر دیتے تا کہ آپ کی واپسی تک کوئی اندر داخل نہ ہو۔ ایک دن آپ گھر سے باہر تشریف لے گئے۔ کچھ دیر بعد آپ کی اہلیہ نے دیکھا کہ گھر کے اندر ایک اجنبی موجود ہے۔ وہ حیران ہوئیں اور کہنے لگیں: یہ شخص گھر میں کیسے آگیا؟ دروازہ تو بند تھا۔ اللہ کی قسم! حضرت داود کو یہ بات ناگوار گزرے گی۔

اتنے میں حضرت داود تشریف لے آئے۔ آپ نے اس اجنبی سے پوچھا: تم کون ہو؟ اس نے جواب دیا: میں وہ ہوں جو بادشاہوں سے نہیں ڈرتا اور جسے کوئی پہرہ دار نہیں روک سکتا۔ آپ نے فرمایا: اللہ پاک کی قسم! تم مَلَکُ الْمَوْت ہو۔ اللہ پاک کے حکم کو خوش آمدید۔

اس کے بعد مَلَکُ الْمَوْت نے اللہ پاک کے حکم سے آپ کی روح قبض کر لی۔ جب غسل و کفن کا کام مکمل ہوا تو سورج کی دھوپ تیز ہوگئی۔ حضرت سلیمان علیہ السّلام نے پرندوں کو حکم دیا کہ حضرت داود علیہ السّلام کے جسدِ مبارک پر سایہ کریں۔

فوراً بے شمار پرندے اپنے پروں سے سایہ کرنے لگے، یہاں تک کہ پورا علاقہ تاریک سا ہو گیا۔ جسے دور کرنے کے لئے حضرت سلیمان علیہ السّلام کے حکم پر پرندوں نے پر سمیٹ لئے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہُ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور نے ہمیں اپنے ہاتھ کے اشارے سے دکھایا کہ پرندوں نے کس طرح اپنے پروں سے سایہ کیا تھا۔[9]

حضرت داود علیہ السّلام کی مبارک زندگی اللہ پاک کی بے شمار نعمتوں، عظیم معجزات اور اعلیٰ اخلاق کا حسین مجموعہ تھی۔ اللہ پاک نے آپ کو نبوت کے ساتھ عظیم سلطنت، بے مثال حکمت، عدل و انصاف کی غیر معمولی صلاحیت اور ایسے معجزات عطا فرمائے جو آپ کی نبوت کی روشن دلیل تھے۔ آپ کے فیصلوں میں انصاف جھلکتا تھا، آپ کی آواز سے پہاڑ اور پرندے اللہ پاک کی تسبیح میں شریک ہو جاتے تھے، سخت لوہا آپ کے ہاتھوں میں نرم ہو جاتا تھا اور آپ اپنی محنت کی کمائی کو عزت و شرف سمجھتے تھے۔ اتنی عظیم بادشاہت کے باوجود آپ کا دل اللہ پاک کی یاد سے غافل نہ ہوتا تھا۔ آپ عبادت، روزے، نماز، توبہ، عاجزی اور خشیتِ الٰہی میں بھی بلند مقام رکھتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے آپ کی عبادت، روزوں، نماز اور حلال روزی کی تعریف فرما کر انہیں اُمّت کے لیے بہترین نمونہ قرار دیا۔

حضرت داود علیہ السّلام کی سیرت ہمیں سکھاتی ہے کہ حقیقی کامیابی صرف اقتدار، دولت یا قوت میں نہیں، بلکہ عدل و انصاف، محنت، عبادت، عاجزی اور ہر حال میں اللہ پاک کی اطاعت اختیار کرنے میں ہے۔ جو شخص اپنی زندگی میں ان صفات کو اپنانے کی کوشش کرے، وہ دنیا میں عزت اور آخرت میں اللہ پاک کی رضا کا مستحق بن سکتا ہے۔ اللہ پاک ہمیں بھی انبیا علیہمُ السّلام کی پاکیزہ سیرت پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اٰمین بِجاہِ النّبیِّ الاَمین صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم

---

1. تفسیر خازن، 3/517 ملتقطاً
2. تفسیر روح المعانی، جز:22، ص396، 397
3. بخاری، 2/11، حدیث:2072
4. ترمذی، 5/296، حدیث:3501
5. تذکرۃ الانبیاء، ص361
6. بخاری، 2/448، حدیث:3420
7. ترمذی، 5/53، حدیث:3087
8. مراۃ المناجیح، 1/118
9. مسند امام احمد، 15/254، حدیث:9432

ممتا کی تڑپ اور رب کی رحمت

محترمہ اُمِّ میلاد عطاریہ نگرانِ عالمی مجلس مشاورت (دعوتِ اسلامی)

آج اتوار کا دن تھا اور سورج کی سنہری کرنیں گھر کے آنگن میں موجود درخت کے پتوں سے چھن چھن کر زمین پر بکھر رہی تھیں۔ درخت کی ایک نسبتاً نیچی شاخ پر چڑیا نے اپنا ننھا سا گھونسلا بنا رکھا تھا، جس میں اس کے چھوٹے چھوٹے بچے چہچہا رہے تھے۔ اُمِّ ہانی اپنی دادی بی بی زینب کے پاس بیٹھی انہی ننھے بچوں کو دیکھ رہی تھی کہ اتنے میں بی بی زینب کی نواسی اُمِّ سلمہ بھی وہاں آگئی۔ دونوں بچیاں ایک دوسرے کو دیکھ کر خوش ہوئیں اور پھر مل کر چڑیا کے گھونسلے کو دیکھنے لگیں۔

بی بی زینب اپنی پوتی اُمِّ ہانی اور نواسی اُمِّ سلمہ کو اکثر اچھی اچھی باتیں اور ایمان افروز واقعات سنایا کرتی تھیں۔ آج بھی انہوں نے انہیں حضور نبیِ پاک صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی مبارک زندگی کا ایک ایسا انوکھا اور سبق آموز واقعہ سنانے کا وعدہ کر رکھا تھا۔

چنانچہ جب اُمِّ سلمہ نے گھونسلے کی طرف دیکھتے ہوئے یہ پوچھا کہ نانی جان! کیا چڑیا اپنے بچوں سے بہت محبت کرتی ہے؟ تو بی بی زینب مسکرائیں اور بولیں: ہاں بیٹی! ماں کی محبت اللہ پاک کی عطا کردہ ایسی نعمت ہے جو انسانوں ہی میں نہیں، پرندوں اور جانوروں میں بھی نظر آتی ہے۔ آج میں تمہیں ایک ننھی سی چڑیا کا ایسا واقعہ سناتی ہوں جس سے تمہیں اللہ پاک کی رحمت کا بھی اندازہ ہو گا۔

چنانچہ بی بی زینب نے کہانی شروع کی:

پیاری بچیو! آج سے تقریباً ساڑھے چودہ سو سال پہلے کی بات ہے، مدینہ منورہ میں ایک مرتبہ ایک صحابی کسی ضرورت سے کہیں جا رہے تھے کہ راستے میں ایک گھنی جھاڑی کے قریب سے گزرتے ہوئے انہیں ننھے ننھے پرندوں کی چہچہانے کی آواز سنائی دی۔

اُمِّ سلمہ نے فوراً پوچھا: نانی جان! کیا وہ چڑیا کے بچے تھے؟

بی بی زینب نے مسکرا کر کہا: جی ہاں بیٹی! وہ چڑیا کے بہت ننھے ننھے بچے تھے۔ صحابی نے انہیں دیکھا تو ان پر شفقت فرمائی۔ انہوں نے ان بچوں کو احتیاط سے اٹھایا اور اپنی چادر کے ایک کونے میں لپیٹ لیا تاکہ انہیں محفوظ رکھ سکیں۔

ممتا کی بے چینی

بی بی زینب نے بات جاری رکھتے ہوئے کہا: ابھی وہ صحابی وہاں سے روانہ ہی ہوئے تھے کہ اچانک ان بچوں کی ماں، یعنی وہ چڑیا وہاں آگئی۔ جب اس نے دیکھا کہ اس کے بچے گھونسلے میں نہیں ہیں تو وہ سخت بے چین ہو گئی۔ وہ اڑتی ہوئی آئی اور اس صحابی کے سر کے گرد چکر لگانے لگی، جیسے اپنی زبان میں فریاد کر رہی ہو کہ میرے بچے مجھے واپس دے دو۔

اُمِّ ہانی نے حیرانی سے پوچھا: نانی جان! کیا چڑیا کو پتہ چل گیا تھا کہ اس کے بچے چادر کے اندر ہیں؟

بی بی زینب نے کہا: ہاں بیٹی! ماں تو ماں ہوتی ہے، چاہے انسان ہو یا پرندہ۔ ماں کی محبت اسے اپنے بچوں تک کھینچ ہی لاتی ہے۔ جب اس صحابی نے چڑیا کی یہ بے تابی دیکھی تو انہوں نے آہستہ سے اپنی چادر کھول دی۔ جیسے ہی چادر کھلی، وہ چڑیا ڈر کر بھاگنے کے بجائے فوراً نیچے آئی اور اپنے بچوں کے ساتھ چادر کے اندر ہی بیٹھ گئی۔ اس نے اپنے پروں کو بچوں پر پھیلا دیا، جیسے انہیں محبت اور تحفظ دے رہی ہو۔

اُمِّ سلمہ کی آنکھوں میں نمی آگئی۔ وہ بولی: نانی جان! وہ اپنے بچوں کی محبت میں اپنی جان کا خوف بھی بھول گئی!

بارگاہِ نبوت کا منظر

بی بی زینب نے کہا: بالکل بیٹی! پھر جو کچھ ہوا، وہ اس سے بھی زیادہ ایمان افروز تھا۔ وہ صحابی یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ ایک ننھی سی چڑیا کو اپنے بچوں سے اتنی شدید محبت ہے! وہ ان سب کو یعنی چڑیا اور اس کے بچوں کو چادر میں لپیٹ کر سیدھے رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی مبارک بارگاہ میں حاضر ہو گئے۔ انہوں نے سارا واقعہ عرض کیا کہ کس طرح اس چڑیا نے اپنے بچوں کی خاطر اپنی آزادی اور جان کی پروا بھی نہیں کی۔ رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے بڑے غور سے یہ ایمان افروز واقعہ سنا اور فرمایا: انہیں چھوڑ دیا جائے۔ حکمِ نبوی پر چادر زمین پر رکھ کر کھولی گئی تو سب نے دیکھا کہ وہ چڑیا اڑ کر نہیں گئی! وہ اپنے بچوں کے ساتھ لپٹی رہی اور وہیں بیٹھی رہی۔

اللہ پاک کی رحمت کا عظیم نظارہ اُمِّ ہانی نے بڑی حیرت سے پوچھا: نانی جان! کیا وہ چڑیا اڑنا بھول گئی تھی یا وہ انسانوں سے ڈر نہیں رہی تھی؟

بی بی زینب نے بہت پیار سے سمجھاتے ہوئے کہا: نہیں بیٹی! اس چڑیا کو اپنے بچوں کی محبت میں اپنی جان کا بھی کوئی خوف نہیں تھا اور دوسرا یہ کہ اسے بخوبی معلوم تھا کہ وہ اللہ پاک کے پیارے و آخری نبی صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہے جو سب جہانوں کے لئے رحمت ہیں۔

پھر حضور نے اپنے صحابہ کی طرف دیکھا اور فرمایا: تم اس چڑیا کی اپنے بچوں پر شفقت اور محبت پر تعجب کر رہے ہو؟ بے شک اللہ پاک اپنے بندوں پر اس چڑیا سے بھی کہیں زیادہ مہربان ہے۔[1]

بچیاں یہ سن کر گہری سوچ میں پڑ گئیں۔ اُمِّ ہانی نے آہستہ سے کہا: سبحان اللہ! اس کا مطلب ہے کہ اللہ پاک ہم سے بہت زیادہ پیار کرتا ہے۔

بی بی زینب نے سر ہلا کر کہا: ہاں بیٹیو! اس چڑیا کی محبت تو صرف ایک چھوٹی سی مثال ہے۔ اللہ پاک کی رحمت تو اتنی وسیع ہے کہ ہم سوچ بھی نہیں سکتیں۔ پھر اللہ پاک کے آخری نبی صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے حکم دیا کہ انہیں واپس لے جاؤ اور وہیں رکھ آؤ جہاں سے پکڑا ہے۔ چنانچہ وہ صحابی انہیں واپس لے گئے اور اسی جھاڑی میں بحفاظت چھوڑ آئے۔

بچیوں کے لیے تربیتی اور اخلاقی اسباق

پھر بی بی زینب نے بچیوں کو سمجھایا:

مخلوقِ خدا پر رحم کرنا ہمیں کبھی بھی کسی پرندے کو ناحق تنگ نہیں کرنا چاہیے۔ پرندے بھی اللہ پاک کی تسبیح بیان کرتے ہیں اور انہیں بھی تکلیف ہوتی ہے۔

اللہ پاک کی محبت کا احساس جب ہمیں یہ یقین ہو جائے کہ اللہ پاک ہم سے ماں سے بھی زیادہ محبت کرتا ہے تو ہمیں ہر حال میں اسی پر بھروسا رکھنا چاہیے۔

ماں کی قدر کرنا ایک چھوٹی سی چڑیا نے ہمیں یہ سبق دیا کہ ماں کا دل کتنا بڑا ہوتا ہے۔ لہٰذا ہمیں اپنی ماؤں کی خدمت کرنی چاہیے اور ان کا ادب کرنا چاہیے۔

رحمتِ عالم کی شفقت نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے ہمیں جانوروں کے بھی حقوق سکھائے۔ اسلام ہمیں ہر مخلوق کے ساتھ رحمت اور نرمی کا سلوک سکھاتا ہے۔

کہانی ختم ہوئی تو اُمِّ سلمہ اور ام ہانی دونوں نے عہد کیا کہ ان شاء اللہ وہ آئندہ ہمیشہ پرندوں کا خیال رکھا کریں گی۔

بی بی زینب مسکرادیں اور بولیں: یاد رکھو! بچیو! جو زمین والوں پر رحم کرتا ہے، اللہ پاک اس پر رحم فرماتا ہے۔

یوں اس ننھی سی چڑیا کے واقعے نے بچیوں کے دلوں میں یہ بات نقش کر دی کہ رحم، محبت اور شفقت ہی اصل ایمان کی پہچان ہیں۔ اللہ پاک ہمیں بھی مخلوقِ خدا پر رحم کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

---

[1] ابوداود، 3 / 245، حدیث: 3089

رضائے مولا از ہمہ اولیٰ

محترمہ اُمِّ سلمہ مدنیہ عطاریہ ملیر کراچی

منقول ہے کہ حضرت رابعہ بصریہ رحمۃ اللہ علیہا بارگاہِ الٰہی میں یہ دعا کرنا کہ ”یااللہ! ہم سے راضی ہو جا“ اچھا نہ سمجھتیں اور فرمایا کرتیں کہ بندے کو اللہ پاک سے حیا آنی چاہئے کہ اس سے رضا کا سوال کرے اور خود اس سے راضی نہ ہو۔ چنانچہ جب ان سے عرض کی گئی کہ بندہ کب اللہ پاک سے راضی کہلاتا ہے؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا: جب وہ مصیبت پہنچنے پر اتنا ہی خوش ہو جتنا نعمت ملنے پر خوش ہوتا ہے۔[1]

یہ اللہ پاک کی رضا پر راضی رہنے کا بہت اعلیٰ درجہ ہے کہ بندہ رب کے ہر فیصلے کو خوش دلی سے قبول کرے۔ نعمت ملے یا آزمائش آئے، دل مطمئن ہی رہے اور مصیبت پہ بھی یہ سوچ کر خوش ہو کہ میرے رب کی رضا یہی ہے، نیز محبتِ الٰہی کا ایسا غلبہ ہو کہ تکلیف کا احساس ہی ختم ہو جائے۔

جے سوہنا میرے دُکھ وِچ راضی میں سکھ نُوں چُلھے پاواں

(یعنی اگر میرے پیارے اللہ پاک کی مرضی یہ ہے کہ مجھے دنیا میں دکھ پہنچے تو میں خوشیوں کو آگ میں ڈالوں، مجھے میرے رب کی مرضی منظور ہے۔)

البتہ! اگر رنج و الم، تکلیف و مصیبت پہنچنے پہ دل غمگین ہو جائے، آنکھوں سے آنسو جاری ہو جائیں تب بھی اس بات کا ضرور خیال رکھا جائے کہ دل میں اگر وسوسے آئیں تو ان پہ بالکل توجہ نہ دی جائے، زبان کو شکوے شکایات اور واویلا کرنے سے بچایا جائے اور دل سے اللہ پاک کے فیصلے پر راضی رہا جائے۔ قضائے الٰہی پر ناراضی کی صورت میں بہت بڑے نقصان بلکہ کفر و نفاق کا ڈر ہے۔ اللہ پاک محفوظ فرمائے۔

یاد رکھئے! اللہ پاک پر اعتراض کرنا کفر ہے۔ اللہ پاک ہمارا رب ہے۔ ہمیں یہ حق نہیں پہنچتا کہ اپنے ربِّ کریم کے فیصلوں پر اعتراض کریں بلکہ اعتراض تو درحقیقت ہماری ان خواہشات پر بنتا ہے جو رب کی مرضی سے ہٹ کر ہیں۔ ہمارے رب نے ہمارے لئے جو فیصلہ فرما دیا، اس کے علاوہ کی خواہش ہمارے دل میں پیدا ہی نہیں ہونی چاہیے۔

اللہ پاک کا ہر کام حکمت والا ہوتا ہے، خواہ ہماری عقل میں آئے یا نہ آئے۔ ہمارا رب بہت زیادہ رحم فرمانے والا اور ستر ماؤں سے بڑھ کر محبت فرمانے والا ہے۔ وہ ہمیں اسی حال میں رکھے گا جو ہمارے حق میں بہتر ہو گا۔ اللہ پاک ہم سے زیادہ ہماری بھلائی کو جاننے والا ہے۔ قرآنِ کریم میں ارشادِ باری ہے:

وَعَسٰۤى اَنْ تَكْرَهُوْا شَیْــٴًـا وَّ هُوَ خَیْرٌ لَّكُمْۚ-وَ عَسٰۤى اَنْ تُحِبُّوْا شَیْــٴًـا وَّ هُوَ شَرٌّ لَّكُمْؕ-وَ اللّٰهُ یَعْلَمُ وَ اَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ۠ (۲۱۶) (پ2، البقرۃ: 216) ترجمہ: اور قریب ہے کہ کوئی بات تمہیں ناپسند ہو حالانکہ وہ تمہارے حق میں بہتر ہو اور قریب ہے کہ کوئی بات تمہیں پسند آئے حالانکہ وہ تمہارے حق میں بری ہو اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔

پھر ہونا تو وہی ہے جو تقدیر میں لکھا ہے۔ اگر ہم اس پر راضی نہ رہیں گی تو بلاوجہ خود کو پریشان کریں گی۔ دل کو اللہ پاک کی یاد، عبادت اور فکرِ آخرت کے بجائے فضول سوچوں میں مشغول رکھنا بڑی بیوقوفی ہے۔ رضائے الٰہی پر راضی رہنے سے دلی سکون نصیب ہوتا، بے کار غموں سے نجات ملتی اور اللہ پاک کی رضا و ثوابِ آخرت حاصل ہوتا ہے۔ اللہ پاک ہمیں اپنی رضا پر راضی رہنے کی سعادت عطا فرمائے۔

اٰمین بِجاہِ النّبیِّ الْاَمین صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم

---

1 احیاء علوم الدین، 5 / 67 ملخصاً

شرح قصیدۂ نور (قسط 1)

محترمہ بنتِ اشرف مدنیہ عطاریہ ڈبل ایم اے (اردو، مطالعہ پاکستان) گوجرہ منڈی بہاؤالدین

قصیدۂ نور کا تعارف

حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی ذاتِ مبارکہ کے متعلق اہلِ سنت کا یہ عقیدہ ہے کہ حضور نور بھی ہیں اور بشر بھی، یعنی اپنی حقیقت کے اعتبار سے نور اور صورت کے لحاظ سے بے مثل بشر ہیں، کیونکہ قرآنِ کریم سے آپ کی نورانیت وبشریت دونوں ثابت ہیں، نیز بشر کا انکار کفر ہے اور نورانیت کا انکار صحیح حدیث کے انکار کے سبب گناہ ہے۔ احادیثِ مبارکہ میں حضور کے نور ہونے پر بکثرت دلائل موجود ہیں، جیسا کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے حضور کی بارگاہ میں عرض کی: اللہ پاک نے سب سے پہلے کس چیز کو پیدا فرمایا؟ فرمایا: اے جابر! اللہ پاک نے تمام چیزوں سے پہلے اپنے نور سے تیرے نبی کے نور کو پیدا فرمایا۔ پھر یہ نور قدرتِ الٰہی سے جہاں چاہا سیر کرتا رہا۔[1]

مفتی احمد یار خان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس کا یہ معنی نہیں کہ حضور خدا کے نور کا ٹکڑا ہیں، نہ یہ کہ رب کا نور حضور کے نور کا مادہ ہے، نہ یہ کہ حضور خدا کی طرح ازلی ابدی ذاتی نور ہیں، نہ یہ کہ اللہ پاک حضور میں سرایت کر گیا ہے کہ ان معانی سے کفر و شرک لازم آئے گا، بلکہ معنی یہ ہے کہ حضور بلاواسطہ رب سے فیض حاصل کرنے والے ہیں اور تمام مخلوق حضور کے واسطے سے رب کا فیض لینے والی ہے۔[2]

حضور کو نورانی بشر ماننا حضور کے فضائل میں سے ہے، لہٰذا اعلیٰ حضرت نے اس قصیدے میں حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی نورانیت کو جس طرح بیان کیا ہے، اس نے اس قصیدۂ نور کو قصیدۂ معراجیہ کی طرح فنی شاہکار بنا دیا ہے۔ بلاشبہ یہ قصیدہ عمدہ تشبیہات، نادر استعارات و محاورات، زورِ بیان، سلاستِ زبان، معنی آفرینی اور فنی وادبی رموز و محاسن سے آراستہ ہے۔ یہ قصیدہ 59 اشعار پر مشتمل ہے جس میں 47 مطالع ہیں۔ مطالع مطلع کی جمع ہے اور مطلع کسی قصیدے کے اس شعر کو کہتے ہیں جس کے دونوں مصرعے ہم قافیہ و ہم ردیف ہوں جیسے "**صبح طیبہ میں ہوئی بٹتا ہے باڑا نور کا، صدقہ لینے نور کا آیا ہے تارا نور کا**" ان دونوں مصرعوں میں "**باڑا** اور **تارا**" قافیہ ہیں جو کہ ہم وزن ہیں اور "**نور کا**" ردیف ہے۔ اسی طرح بقیہ 46 اشعار بھی مطالع یعنی ہم قافیہ و ردیف ہیں۔ اردو شاعری میں کسی شاعر کی نظم میں اتنے مطالع شاید ہی کہیں ملیں۔ یہ اعلیٰ حضرت کا ہی کمال ہے۔ آپ کے قصیدوں کو پڑھ کر لگتا ہے کہ آپ نے الفاظ جوڑ جوڑ کر ایسے عمدہ تشبیہات واستعارات اور تراکیب ومحاورات خود نہیں تراشے بلکہ اشعار خود اپنے تمام تر ادبی محاسن کے ساتھ آپ کے ذہن پر نازل ہوئے ہیں۔ آئندہ قسطوں میں اعلیٰ حضرت کے اس نورانی قصیدے کی شرح مختصراً ذکر کی جائے گی۔

1

صبح طیبہ میں ہوئی بٹتا ہے باڑا نور کا
صدقہ لینے نور کا آیا ہے تارا نور کا

مشکل الفاظ کے معانی: **طیبہ:** مدینہ منورہ۔ **بٹنا:** تقسیم ہونا۔ **باڑا:** خیرات۔ **تارا:** ستارا۔

مفہومِ شعر: مدینہ طیبہ میں جب صبح ہوئی تو ہر طرف نور کی خیرات تقسیم ہونے لگی، روشن ستارہ بھی اس نور کا صدقہ لینے اور اپنی نورانیت بڑھانے کے لیے درِ مصطفےٰ پر پہنچا ہوا ہے۔

شرح: مدینہ منورہ میں جب صبح ہوتی ہے تو اس قدر نورانی منظر ہوتا ہے گویا کہ نور کی خیرات تقسیم ہو رہی ہو، چونکہ حضور نبی

Go To Index

پاک صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نہ صرف نور بلکہ قاسمِ نور ہیں، لہٰذا نور کی خیرات کی یہ تقسیم آپ کے درِ اقدس سے ہی ہوتی ہے یہاں تک کہ صبح سویرے سورج بھی اپنی نورانیت کو چار چاند لگانے کے لیے حضور کی بارگاہِ نور میں حاضر ہو کر نور کی خیرات لیتا اور پھر اسے دنیا بھر میں بانٹتا ہے۔

2

باغِ طیبہ میں سہانا پھول پھولا نور کا
مست بو ہیں بلبلیں پڑھتی ہیں کلمہ نور کا

مشکل الفاظ کے معانی: **باغِ طیبہ:** مدینہ کے گلشن۔ **سہانا:** خوبصورت، انوکھا۔ **پھولا:** کھلا۔ **مست:** مدہوش، سرشار۔ **بو:** خوشبو۔ **کلمۂ نور:** نورانی ترانہ۔

مفہومِ شعر: طیبہ کے گلشن میں ایک ایسا خوبصورت اور نورانی پھول کھلا ہے جس کی خوشبو سے مست ہو کر بلبلوں نے نور کا ترانہ گنگنانا شروع کر دیا۔

شرح: مدینہ منورہ کی پاکیزہ سرزمین کو باغ سے تشبیہ دی گئی ہے اور پھول سے مراد حضور کی ذاتِ بابرکات ہے جو سراپا نور بن کر مدینہ میں تشریف لائے۔ یعنی جب طیبہ کے باغ میں آپ کے وجودِ مسعود کی برکتیں ظاہر ہوئیں تو گویا نورانی باغ میں ایک خوبصورت نورانی پھول کھل گیا ہو اور بلبلیں اس پھول کی خوشبو سے مست ہو کر نور کے نغمے گانے لگیں اور آج تک گا رہی ہیں۔

ان بلبلوں میں ایک بلبلِ باغِ رسالت اعلیٰ حضرت بھی ہیں جن کا نورانی نغمہ قصیدۂ نور کی صورت میں دنیا بھر میں مقبول و منظور ہے۔ نیز آپ کے وہ تمام ثناخوان عاشقانِ رسول بھی بلبلِ چمنستانِ رسالت ہیں جو حضور کے قصیدے پڑھتے ہیں اور قیامت تک پڑھتے رہیں گے۔

3

بارھویں کے چاند کا مجرا ہے سجدہ نور کا
بارہ برجوں سے جھکا ایک اِک ستارہ نور کا

مشکل الفاظ کے معانی: **مجرا:** جھکنا، ادب سے جھک کر سلام پیش کرنا۔ **برج:** سیاروں کا مقام۔

مفہومِ شعر: بارہویں تاریخ کو چاند نے جھک کر حضور کی پیدائش پر نورانی سجدہ پیش کیا اور بارہ برجوں میں سے ہر ایک نورانی ستارے نے آپ کی بارگاہ میں سلام پیش کیا۔

شرح: قصیدۂ نور کا یہ شعر ولادتِ مصطفےٰ کی رات یعنی چاند کی بارہویں رات کا منظر بیان کرتا ہے یعنی وقتِ ولادت 12 ربیع الاول کا چاند حضور کی آمد کی خوشی میں جھک رہا تھا اور صرف چاند ہی نہیں بلکہ بارہ برجوں میں سے ہر ایک نورانی ستارہ بھی آپ کی بارگاہ میں جھک کر عقیدت سے سلامی پیش کر رہا تھا۔

اعلیٰ حضرت نے اس شعر میں حضور کی ولادت کے وقت کے نورانی مناظر کو پیش کیا ہے کہ چاند اور تمام ستاروں نے اس نورانی ہستی کو سجدۂ تعظیمی کیا۔

4

ان کے قصرِ قدر سے خلد ایک کمرہ نور کا
سدرہ پائیں باغ میں ننھا سا پودا نور کا

مشکل الفاظ کے معانی: **قصرِ قدر:** قدر و منزلت کا محل۔ **خلد:** جنت۔ **پائیں باغ:** وہ باغ جو محل کے نیچے صحن میں لگا ہوتا ہے۔

مفہومِ شعر: حضور کی قدر و منزلت کے عالیشان محل کے سامنے جنت ایک چھوٹا سا نورانی کمرہ ہے اور سدرہ آپ کے پائیں باغ میں لگے ایک چھوٹے سے پودے کی مانند ہے۔

شرح: حضور کا مرتبہ اس قدر بلند ہے کہ آپ کی قدر و منزلت کے محل کے سامنے جنت بھی نور کا ایک چھوٹا سا کمرہ محسوس ہوتی ہے اور سدرہ جو جنت میں بیری کا عظیم الشان درخت اور جبریلِ امین کا مقام ہے حضور کی عظمت کے باغ میں گویا کہ ایک ننھا سا پودا ہو۔ سچ تو یہ ہے کہ آپ کی عزت و عظمت کا اندازہ کوئی لگا ہی نہیں سکتا، اسی لیے تو اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں:

زہے عزت و اعتلائے محمد — کہ ہے عرشِ حق زیرِ پائے محمد

---

1 مواہب لدنیہ، 1/37
2 رسالہ نور، ص 7 ملخصاً

63 نیک اعمال

(نیک عمل نمبر 45)

زبان اللہ پاک کی بہت بڑی نعمت ہے۔ اس کے ذریعے ہم ذکر و درود، تلاوتِ قرآن اور نیکی کی باتیں کر سکتی ہیں، لیکن اگر اس نعمت کی حفاظت نہ کی جائے تو یہی زبان کئی گناہوں کا سبب بھی بن سکتی ہے۔ کسی پر الزام لگانا، دل آزاری کرنا، گالی دینا یا کسی کو تکلیف دینے والی بات کہنا بسا اوقات معمولی محسوس ہوتا ہے، مگر یہ اعمال ہماری آخرت کے لیے نقصان دہ ہو سکتے ہیں۔ لہٰذا ہمیں روزانہ اپنا جائزہ لینا چاہیے کہ کہیں ہماری زبان سے کوئی گناہ تو نہیں ہوا۔ چنانچہ امیرِ اہلِ سنت دامت بَرَکاتُہمُ العالیہ نے 63 نیک اعمال کے رسالے میں مذکور نیک عمل نمبر 45 میں اسی جانب ہماری توجہ دلائی ہے:

سوال نمبر 45: کیا آج آپ نے زبان کو گناہوں (یعنی اِلزام تراشی، دِل آزاری، گالی گلوچ وغیرہ) سے بچایا؟

امیرِ اہلِ سنت دامت بَرَکاتُہمُ العالیہ کے عطا کردہ اس سوال میں زبان کو گناہوں سے بچانے کا درس ملتا ہے۔ اس پر عمل کر کے ہم بہت سی خطاؤں سے محفوظ رہ سکتی ہیں، کیونکہ زبان کا درست استعمال انسان کو نیکیوں کی طرف لے جاتا ہے، جبکہ اس کا غلط استعمال بڑی آفت کا سبب بن سکتا ہے۔ زبان کے صحیح استعمال کے بے شمار فوائد ہیں، لیکن اگر یہ اللہ پاک کی نافرمانی میں استعمال ہو تو انسان کے لیے وبال بن جاتی ہے۔ چنانچہ مشہور صحابی حضرت عبدُ اللہ بن مسعود رضی اللہُ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبیِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: انسان کی اکثر خطائیں اس کی زبان سے ہوتی ہیں۔[1]

زبان سے ہونے والے گناہوں سے بچنے اور اس نیک عمل کی عادی بننے کے لئے روزانہ اپنے اعمال کا جائزہ لیجئے اور زبان کو گناہوں سے بچانے کی کوشش کیجئے کہ انسان اپنی گفتگو سے پہچانا جاتا ہے اور اس کی بات چیت اس کی شخصیت کی عکاس ہوتی ہے۔ نرم، شائستہ اور حکیمانہ گفتگو لوگوں کے دلوں کو قریب کرتی ہے، جبکہ توہین آمیز اور سخت گفتگو دلوں میں نفرت پیدا کر سکتی ہے۔ اس لیے ہمیں گفتگو کرتے وقت اس بات کا خیال رکھنا چاہیے کہ ہماری زبان سے کسی کی دل آزاری، تحقیر یا عزت مجروح کرنے والی کوئی بات نہ نکلے۔

نیک عمل نمبر 45 میں زبان کے چند اہم گناہ یعنی الزام تراشی، گالی گلوچ اور دل آزاری کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔ ذیل میں ان کے متعلق کچھ باتیں ملاحظہ کیجئے:

(1) الزام تراشی

فی زمانہ الزام تراشی کرنا اس قدر عام ہے کہ بعض اوقات معمولی باتوں پر بھی دوسروں پر الزام لگا دیا جاتا ہے اور پھر انہیں لوگوں کے سامنے ذلیل و رسوا کیا جاتا ہے۔ ہمیں یاد رکھنا چاہیے کہ کسی مسلمان پر بلا دلیل الزام لگانا نہ صرف اس کی عزت کو مجروح کرتا ہے بلکہ خود ہمارے لیے بھی وبال بن سکتا ہے۔ اس بارے میں دو فرامینِ مصطفےٰ ملاحظہ کیجیے:

(1) جس نے کسی مسلمان کو ذلیل کرنے کی غرض سے اس پر الزام لگایا تو اللہ پاک جہنم کے پل پر اسے روکے گا یہاں تک کہ اپنے کہنے کے مطابق عذاب پالے۔[2]

(2) جو کسی مسلمان پر ایسی چیز کا الزام لگائے جس کے بارے میں وہ جانتا نہ ہو تو اللہ پاک اسے (جہنمیوں کے خون اور پیپ جمع ہونے کے مقام) ردغۃ الخبال میں اس وقت تک رکھے گا جب تک کہ اپنے الزام کے مطابق عذاب نہ پالے۔[3]

لہٰذا ہمیں گفتگو کرتے ہوئے اس بات کا خاص خیال رکھنا چاہیے کہ کسی کے متعلق ایسی بات نہ کہیں جس سے اس کی عزت مجروح ہو یا وہ لوگوں کے سامنے شرمندہ ہو۔ اللہ پاک ہمیں الزام تراشی سے محفوظ فرمائے اور اپنی زبان کو نیکی اور خیر خواہی کے کاموں میں استعمال کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

(2) گالی گلوچ کرنا

گالی گلوچ بھی زبان کا ایسا گناہ ہے جو نہ صرف کسی مسلمان کی عزت و آبرو کو مجروح کرتا ہے بلکہ باہمی محبت والفت کو بھی ختم کر دیتا ہے۔ گالی کی تعریف یہ ہے کہ انسان کی عزت کے بارے میں ایسی بات کہنا جو اسے عیب دار کر دے۔[4] کسی مسلمان کو بلاوجہِ شرعی ایذا دینا حرام ہے اور گالی دینا سخت حرام ہے اور بعض گالیاں تو ایسی ہیں جو کسی صورت میں حلال نہیں ہو سکتیں اور ان کا دینے والا سخت فاسق ہوتا ہے۔[5] مثلاً: کسی پاک دامن عورت کو زانیہ کہنا۔[6] اسی طرح زمانے، سفید مرغ، ہوا اور بخار کو گالی دینا بھی منع ہے۔[7] فرمانِ الٰہی ہے: لَا یُحِبُّ اللّٰهُ الْجَهْرَ بِالسُّوْٓءِ مِنَ الْقَوْلِ اِلَّا مَنْ ظُلِمَ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ سَمِیْعًا عَلِیْمًا ﴿۱۴۸﴾ (پ6، النسآء:148) ترجمہ: بری بات کا اعلان کرنا اللہ پسند نہیں کرتا مگر مظلوم سے اور اللہ سننے والا جاننے والا ہے۔ ایک قول کے مطابق اس آیت میں بری بات سے مراد گالی دینا ہے۔[8]

افسوس! آج کل بات بات پر گالی دینا اور دوسروں کو برے ناموں سے پکارنا عام ہوتا جارہا ہے۔ بعض اوقات کسی کی شکل، رنگ، قد یا جسمانی ساخت کی وجہ سے ایسے نام رکھ دیئے جاتے ہیں جو بظاہر مذاق محسوس ہوتے ہیں، لیکن سامنے والی کے دل کو شدید تکلیف پہنچاسکتے ہیں۔ ہمیں چاہیے کہ مذاق میں بھی ایسے الفاظ استعمال نہ کریں جو کسی کی عزتِ نفس کو مجروح کریں۔ اپنی زبان کو قابو میں رکھنا ایک مسلمان کی اہم ذمہ داری ہے۔ ایک روایت میں ہے: اچھی بات کے علاوہ اپنی زبان قابو میں رکھو، کیونکہ اس کے ذریعے تم شیطان پر غالب آجاؤ گے۔[9] لہٰذا ہمیں چاہیے کہ غصے، مذاق یا کسی سے اختلاف کے وقت بھی اپنی زبان پر قابو رکھیں اور ایسی گفتگو سے بچیں جس سے کسی مسلمان کی دل آزاری یا تحقیر ہو۔

(3) دل آزاری

مسلمان کا دل دکھانا بھی معمولی بات نہیں۔ کسی کو ایسی بات کہنا، مذاق اڑانا یا ایسا رویہ اختیار کرنا جس سے اس کی دل آزاری ہو، گناہ کا سبب بن سکتا ہے۔ فرمانِ الٰہی ہے: وَ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتِ بِغَیْرِ مَا اكْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُهْتَانًا وَّ اِثْمًا مُّبِیْنًا ﴿۵۸﴾ (پ22، الاحزاب:58) ترجمہ: اور جو ایمان والے مردوں اور عورتوں کو بغیر کچھ کئے ستاتے ہیں تو انہوں نے بہتان اور کھلے گناہ کا بوجھ اٹھالیا ہے۔ ایک روایت کے مطابق مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور اس کے ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔[10] خصوصاً ہمیں اپنی گھریلو اور معاشرتی زندگی میں اس بات کا خیال رکھنا چاہیے۔ مثلاً: ساس اپنی بہو کو طعنے نہ دے، بہو ساس کی عزت کا خیال رکھے اور نند بھابھی کے معاملات میں ایسی بات نہ کہے جس سے نفرت پیدا ہو۔ کسی عورت کے لباس، شکل، رنگ، غربت یا گھریلو حالات کا مذاق اڑانے اور اسے برے ناموں سے پکارنے سے بھی بچنا چاہیے۔ خواتین کی محفلوں میں غیبت، عیب جوئی اور نقل اتارنے سے پرہیز کیجئے۔ یادرکھئے! زبان کا زخم نظر نہیں آتا، مگر اس کی تکلیف دیر تک رہتی ہے۔ ہماری زبان کسی کا دل توڑنے کے بجائے غم کم کرے، عزت بڑھائے اور تسلی دے۔

---

1 شعب الایمان، 4 / 241، حدیث: 4933 2 ابو داود، 4 / 355، حدیث: 4883 3 کتاب الجامع فی آخر المصنّف، 10 / 353، حدیث: 21069 4 عمدۃ القاری، 1 / 408، تحت الحدیث: 48 5 فتاویٰ رضویہ، 6 / 538 6 بہار شریعت، 2 / 398، حصہ: 9 ماخوذاً 7 حدیقہ ندیہ، 4 / 85، 87 ماخوذاً 8 تفسیر نسفی، ص 261 9 جامع صغیر، ص 340، حدیث: 5495 10 بخاری، 1 / 15، حدیث: 10

Go To Index

شرح شجرہ قادریہ، رضویہ ضیائیہ، عطاریہ (قسط 12)

محترمہ ام فیضان مدنیہ عطاریہ کراچی

12

بہرِ ابراہیم مجھ پر نارِ غم گلزار کر
بھیک دے داتا بھکاری بادشا کے واسطے

مشکل الفاظ کے معانی: **بہر:** واسطے۔ **نارِ غم:** غم کی آگ۔ **گلزار:** باغ۔

مفہومِ شعر: یااللہ! حضرت ابراہیم ایرجی کے صدقے مجھ پر غم کی آگ کو گلِ گلزار کر دے اور حضرت نظام الدین بھکاری کے وسیلے سے مجھے اپنی رحمت کی بھیک عطا فرما!

شرح: اس شعر میں نامِ ابراہیم کی نارِ غم کے ساتھ ایک لطیف مناسبت ہے کہ جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام پر نمرود کی لگائی ہوئی آگ گلزار بنادی گئی تھی اسی طرح بارگاہِ الٰہی میں عرض کیا جارہا ہے کہ اے اللہ! خلیل اللہ حضرت ابراہیم کے ہم نام بزرگ حضرت ابراہیم ایرجی کے وسیلے سے ہمارے غموں کی آگ کو بھی گلزار بنادے، نیز اگلے مصرعے میں موجود لفظ بھیک اور بھکاری میں بھی لفظی مناسبت واضح ہے۔

اس شعر میں سلسلۂ قادریہ کے 26ویں اور 27ویں شیخِ طریقت کے وسیلے سے دعا مانگی گئی ہے، ان دونوں عظیم ہستیوں کا مختصر تعارف پیشِ خدمت ہے:

حضرت شیخ سید ابراہیم ایرجی رحمۃُ اللہِ علیہ اپنے زمانے کے جلیل القدر ولیِ کامل تھے۔ آپ کی ولادت مقامِ ایرج میں ہوئی، اسی مناسبت سے آپ کو ایرجی کہا جاتا ہے۔ آپ نے علمِ شریعت و طریقت جید علما و مشائخ سے حاصل کیا، جبکہ باطنی و روحانی علوم کی تکمیل اپنے مرشدِ کامل حضرت شیخ بہاؤ الدین جنیدی رحمۃُ اللہِ علیہ سے کی اور انہی سے خلافت کا شرف پایا۔ آپ کو تصنیف و تالیف اور مطالعے سے بے حد شغف تھا۔ علم کی قدر دانی کا یہ عالم تھا کہ اپنی کتابیں بھی صرف ایسے لوگوں کو دیتے جنہیں مخلص اور علم کا سچا طلبگار سمجھتے۔ آپ کے علمی فضل و کمال کا اعتراف کرتے ہوئے شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃُ اللہِ علیہ فرماتے ہیں: آپ کے زمانے میں دہلی میں کوئی شخص علم و دانش میں آپ کے برابر نہ تھا۔ جس ہم عصر نے آپ سے استفادہ نہ کیا اور آپ کی علمی قابلیت کا اعتراف نہ کیا، وہ بڑا ناانصاف ہے۔[1] لوگوں کی جہالت، علمی ناقدری اور ناانصافی کے باعث آپ گوشہ نشین رہتے تھے۔ آپ کا وصال 5 ربیع الثانی 953ھ کو ہوا۔ آپ کا مزار شریف دہلی میں حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃُ اللہِ علیہ کے مزار کے احاطے میں واقع ہے۔

حضرت سید نظام الدین آپ کا لقب بھکاری ہے، اس کی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ آپ اپنی ہر حاجت کے لیے اللہ پاک کی بارگاہ میں رجوع کرتے اور اللہ پاک سے مانگنے میں شرماتے نہیں تھے۔ آپ کاکوری ضلع لکھنؤ ہند میں 890ھ میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد ماجد سید سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ اپنے وقت کے بڑے عالم اور قراٰتِ سبعہ کے امام تھے۔ والد ماجد کی نگرانی میں آپ نے بہت سے علومِ دینیہ حاصل کیے۔ آپ کو بیعت کا شرف حضرت ابراہیم ایرجی سے حاصل ہوا اور انہی سے خلافت کی اجازت ملی۔ آپ کی نمایاں خصوصیات میں یہ بات بھی لکھی گئی ہے کہ آپ نے کئی بار سرکارِ مدینہ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم اور حضور غوثِ پاک کی زیارت کا شرف حاصل کیا ہے۔ آپ کی وفات 91 سال کی عمر میں 8 ذیقعدہ 981ھ کو ہوئی۔ آپ کا مزارِ مبارک قصبہ کاکوری کے محلے جھنجھری میں واقع ہے۔[2]

1 اخبار الاخیار، ص250 2 تذکرۂ مشائخ قادریہ رضویہ، ص289 تا 301
2 تذکرۂ مشائخ قادریہ رضویہ، ص289 تا 301

مدنی مذاکرہ

کیا عورت مسواک کر سکتی ہے؟

سوال: کیا عورت کے لیے مسواک کرنا مکروہ ہے؟

جواب: عورت کے لیے مسواک کرنا جائز بلکہ اُمُّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی سنت ہے۔[1] چونکہ عورتوں کے مسوڑے نازک ہوتے ہیں اگر مسواک کرنے سے چھل جاتے ہوں یا خون آجاتا ہو تو نہ کریں۔ مسواک کے بجائے مسی استعمال ہوتی ہے یہ ایک درخت کا چھلکا ہے جو دانتوں کی صفائی کے کام آتا ہے۔ آج کل کا معلوم نہیں کہ عورتیں مسی استعمال کرتی ہیں یا نہیں ورنہ پہلے تو یہ بہت استعمال ہوتی تھی شاید اب اس کا کوئی الٹرنیٹ آگیا ہو گا، طرح طرح کے کیمیکل والی چیزیں استعمال ہوتی ہوں گی جو دانتوں کے ساتھ ساتھ مسوڑوں کے لیے بھی نقصان دہ ہوتی ہوں گی۔[2]

کونسی اور کیسی مسواک خریدی جائے؟

سوال: مسواک بھی کئی طرح کی ہوتی ہے، اس لئے کون سی مسواک خریدنی چاہئے؟

جواب: پیلو کی مسواک افضل ہے۔[3] جب بھی مسواک خریدیں تو بیچنے والے سے مسواک موڑنے کی اجازت لے کر اسے موڑ کر چیک کرلیں، مضبوط ریشوں والی ہو گی تو موڑنے سے ٹوٹے گی نہیں اور اُس کا چھلکا بھی پتلا ہو گا۔ یہ مسواک اچھی ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ کالے رنگ کی بھی مسواک ملتی ہے جسے زیتون کہہ کر بیچ رہے ہوتے ہیں، حالانکہ سب زیتون کی نہیں ہوتیں، کیونکہ ہمارے ہاں زیتون کی پیداوار کم ہے۔ کالے رنگ کی مسواک کے ریشے عموماً مضبوط ہوتے ہیں، یہ عمدہ ہونے کی وجہ سے مہنگی بھی ہوتی ہے، جب یہ والی مسواک لیں تو دیکھ لیں کہ جہاں سے مسواک کٹی ہوئی ہے وہ جگہ سفید ہے یا پیلی؟ اگر سفید ہے تو مدینہ مدینہ بہترین، میرا ایسا ہی تجربہ ہے اور میں بھی یہی پسند کرتا ہوں، لیکن اگر پیلی ہے تو ایسی مسواک کا چُورا بار بار آپ کے منہ میں آئے گا اور پریشانی ہوتی رہے گی۔[4]

کیا منجن اور ٹوتھ پیسٹ سے مسواک کی سنت ادا ہو گی؟

سوال: منجن یا ٹوتھ پیسٹ سے بھی دانت صاف ہو جاتے ہیں اور مسواک سے بھی دانت صاف کرنے ہوتے ہیں تو کیا منجن اور ٹوتھ پیسٹ سے مسواک کی سنّت ادا ہو جائے گی؟

جواب: منجن اور ٹوتھ پیسٹ سے مسواک کی سنّت ادا نہیں ہو گی۔ مسواک مخصوص لکڑی کی ہوتی ہے جس کا برش بنا کر مخصوص طریقے سے مسواک کی جاتی ہے۔ نیز مسواک اللہ پاک کی رضا کے لیے کی جاتی ہے کہ اگر مسواک کرتے ہوئے اللہ پاک کی رضا کی نیت نہیں ہو گی تو ثواب نہیں ملے گا اگرچہ دانتوں کی صفائی اور دیگر فوائد حاصل ہو جائیں گے۔[5]

مسواک کا ریشہ حلق میں چلا جائے تو کیا حکم ہے؟

سوال: مسواک کرنے سے ایک ذائقہ منہ میں پیدا ہوتا ہے اس کے حوالے سے مدنی پھول عطا فرما دیجیے، نیز بعض اوقات کچی مسواک آجاتی ہے جس کے ریشے ٹوٹتے ہیں اگر اس کا کوئی ریشہ ٹوٹ کر حلق میں چلا جائے تو روزے کا کیا حکم ہو گا؟

جواب: بہتر تو یہی ہے کہ ایسی مسواک لی جائے جس کے ریشے نہ ٹوٹتے ہوں۔ روزہ یاد ہونے کی صورت میں مسواک کا کوئی ریشہ حلق میں چلا گیا تو اس سے روزہ ٹوٹ جائے گا۔

Go To Index

روزے کی حالت میں ٹوتھ پیسٹ اور مسواک کرنا

سوال: روزے کی حالت میں ٹوتھ پیسٹ کرنا کیسا ہے؟ نیز کیا روزے میں مسواک کر سکتے ہیں؟

جواب: روزے کی حالت میں ٹوتھ پیسٹ کرنا منع ہے۔ باقی رہا مسواک کرنا تو وہ بغیر روزے کے جن جن معاملات میں سنت ہے اسی طرح روزے میں بھی سنت ہے۔[6] [7]

نزع میں آسانی کا وظیفہ

سوال: نزع میں آسانی کا وظیفہ ارشاد فرما دیجئے۔

جواب: نزع میں سختی نہ ہو اس کے لیے علمائے کرام کی جماعت نے بیان کیا ہے کہ مسواک کا استعمال نزع میں آسانی پیدا کرتا ہے[8] اور اس پر انہوں نے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی اس حدیث کو دلیل بنایا ہے کہ سرکارِ نامدار صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے وقتِ وصال مسواک استعمال فرمائی تھی[9]۔[10]

مسواک کے فائدے اور آداب

مسواک اللہ کے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی بہت پیاری سنت ہے۔ اچھی اچھی نیتوں کے ساتھ مسواک کی سنت پر عمل کرنا نہ صرف اجر و ثواب کے حصول کا ذریعہ ہے بلکہ اس کی بدولت دنیا کے متعدد فائدے بھی حاصل ہوتے ہیں۔ آیئے! مسواک کے چند فوائد و آداب پڑھئے اور فوائد پانے اور آداب پر عمل کی نیت فرمایئے۔

دو فرامین مصطفےٰ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم: (1) دو رکعت مسواک کرکے پڑھنا بغیر مسواک کی 70 رکعتوں سے افضل ہے۔[11] (2) مسواک کا استعمال اپنے لئے لازم کرلو کیونکہ یہ منہ کی صفائی اور ربِّ کریم کی رضا کا سبب ہے۔[12]

مسواک میں دس (10) خوبیاں ہیں: منہ صاف کرتی، مسوڑھے کو مضبوط بناتی ہے، بینائی بڑھاتی، بلغم دور کرتی ہے، منہ کی بدبو ختم کرتی، سنت کے موافق ہے، فرشتے خوش ہوتے ہیں، ربّ راضی ہوتا ہے، نیکی بڑھاتی اور معدہ درست کرتی ہے۔[13]

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: چار چیزیں عقل بڑھاتی ہیں: فضول باتوں سے پرہیز، مسواک کا استعمال، نیک لوگوں کی صحبت اور اپنے علم پر عمل کرنا۔[14]

مسواک سے متعلق چند آداب

☆ مسواک کو کھڑا کرکے رکھنا سنت ہے۔[15] اگر اسے کھڑا نہیں کرتے یونہی نیچے گرا دیتے ہیں تو ایسا کرنے والے کے لئے جنون (یعنی پاگل پن) کا خطرہ ہے۔ تابعی بزرگ حضرت سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: جو مسواک کو زمین پر رکھے اور مجنون (یعنی پاگل) ہو جائے تو اپنے علاوہ کسی کو ملامت نہ کرے۔ ☆ جس طرح دینی کتاب کو زمین پر رکھنا ادب کے خلاف ہے اسی طرح مسواک کو بھی زمین پر نہ رکھا جائے۔ ☆ مسواک کو اونچی جگہ جہاں مٹی کچرا وغیرہ نہ ہو لٹا کر رکھنے میں حرج نہیں۔ ☆ مستعمل (یعنی استعمال شدہ، Used) مسواک کے ریشے نیز جب مسواک ناقابلِ استعمال ہو جائے تو اسے پھینک مت دیجئے کہ یہ آلۂ ادائے سنت ہے، کسی جگہ احتیاط سے رکھ دیجئے یا دفن کر دیجئے یا پتھر وغیرہ کسی بھاری چیز کے ساتھ باندھ کر سمندر میں ڈبو دیجئے۔ دعوتِ اسلامی کی مجلس تحفظِ اوراقِ مقدسہ کے تحت مختلف مقامات پر بوکس (Box) لگائے جاتے ہیں، ایک حل یہ بھی ہو سکتا ہے کہ مسواک کے ریشے یا مستعمل مسواک اس طرح کے کسی ڈبے وغیرہ میں ڈال دی جائے۔

اللہ کریم ہمیں ادائے سنت کی نیت سے مسواک کو اپنانے اور دوسروں کو اس کی ترغیب دلانے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم[16]

---

(1) ملفوظات اعلیٰ حضرت، ص357 (2) ملفوظات امیر اہلسنت، 3/23 (3) ردالمحتار، 1/252 (4) ملفوظات امیر اہلسنت، 3/385 (5) ملفوظات امیر اہلسنت، 2/57 (6) فتاویٰ رضویہ، 10/511 ماخوذاً (7) ملفوظات امیر اہلسنت، 2/373 (8) حاشیہ طحطاوی علی مراقی الفلاح، ص69 (9) بخاری، 3/154، حدیث:4438 (10) ملفوظات امیر اہلسنت، 4/273 (11) ترغیب و ترہیب، 1/102، حدیث:18 (12) مسند امام احمد، 10/106، حدیث:5865 (13) جمع الجوامع، 5/249، حدیث:14867 (14) حیاۃ الحیوان، 2/165، 166 (15) مراۃ المناجیح، 1/281 (16) ملفوظات امیر اہلسنت، 1/502

Go To Index

اُمِّ میلاد عطّاریہ*
* نگرانِ عالمی مجلس مشاورت (دعوتِ اسلامی)

بیٹیوں کی تربیت

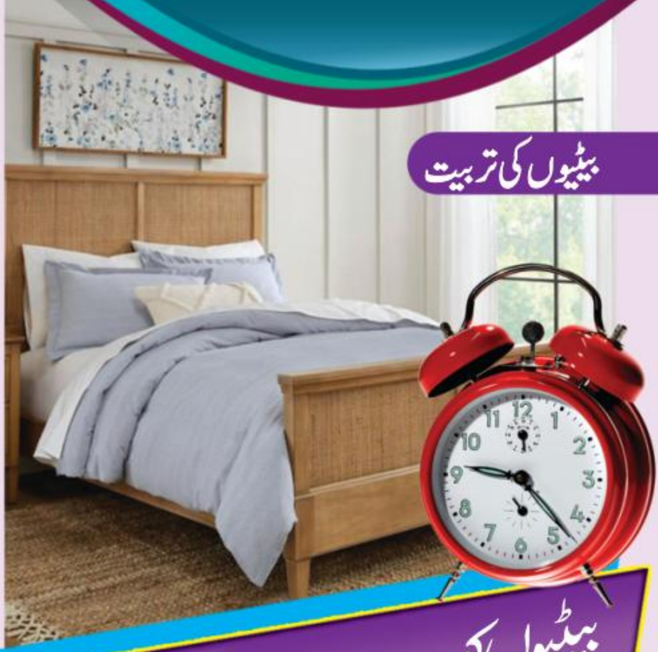

بیٹیوں کو وقت پر سونے جاگنے کی تربیت دیں

نیند محض ایک جسمانی ضرورت نہیں بلکہ اللہ پاک کی رحمت ہے جس کے ذریعے انسان اپنی کھوئی ہوئی قوت بحال کرتا، ذہنی و جسمانی تازگی حاصل کرتا اور نئے دن کی ذمہ داریاں بہتر انداز میں ادا کرنے کے قابل بنتا ہے، اللہ پاک ارشاد فرماتا ہے: ﴿وَ مِنْ رَّحْمَتِهٖ جَعَلَ لَكُمُ الَّیْلَ وَ النَّهَارَ لِتَسْكُنُوْا فِیْهِ وَ لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ(۷۳)﴾

ترجَمۂ کنزالعرفان: اور اس نے اپنی رحمت سے تمہارے لیے رات اور دن بنائے کہ رات میں آرام کرو اور دن میں اس کا فضل تلاش کرو اور تاکہ تم (اس کا) شکر ادا کرو۔[1]

جس طرح زندگی کی بقا کے لیے کھانا، پینا اور سانس لینا ضروری ہے، اسی طرح جسم و دماغ کو آرام دینے کے لیے مناسب نیند بھی ناگزیر ہے۔ عموماً یہ ہر انسان کے لیے یکساں اہمیت رکھتی ہے لیکن بڑھتی عمر کی بچیوں کے لیے اس کی اہمیت اور بھی زیادہ بڑھ جاتی ہے کیونکہ یہی عمر جسمانی نشوونما، ذہنی پختگی، تعلیمی قابلیت اور اچھے اخلاق و عادات کی تشکیل کا زمانہ ہوتی ہے۔ وقت پر سونے اور وقت پر جاگنے کی عادت نہ صرف ان کی صحت کو بہتر بناتی ہے بلکہ ان کی پڑھائی، یادداشت، ذہنی یکسوئی، چستی اور روزمرہ معمولات پر بھی خوشگوار اثرات مرتب کرتی ہے۔

احادیثِ مبارکہ سے معلوم ہوتا ہے کہ صبح کا وقت خصوصی برکتوں والا وقت ہے۔ رسولِ اکرم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے دعا فرمائی: "اے اللہ! میری امت کے صبح کے کاموں میں برکت عطا فرما۔"[2] اسی وجہ سے آپ صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم اہم کاموں کا آغاز صبح کے وقت فرمایا کرتے تھے۔ علماء نے بھی اس حدیث کی روشنی میں لکھا ہے کہ علم حاصل کرنے، عبادت، تجارت اور دیگر اہم کاموں کے لیے صبح کا ابتدائی وقت نہایت بابرکت ہے۔ مفسرِ قرآن مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃُ اللہِ علیہ نے بھی لکھا ہے کہ صحابہ کا تجربہ بھی اس کے متعلق ہو چکا ہے کہ وہ حضرات اس سنت پر عمل کی برکت سے بہت فائدے اٹھا چکے ہیں۔ فقیر نے بھی تجربہ کیا کہ صبح سویرے کاموں میں بہت برکت ہے۔[3]

اسی لیے وقت پر سونے کا ایک بڑا فائدہ یہ بھی ہے کہ صبح جلد بیدار ہونا آسان ہو جاتا ہے۔ نمازِ فجر کی پابندی، تلاوتِ قرآن، تعلیم پر توجہ اور دن بھر کے کاموں میں چستی اسی معمول کی بدولت نصیب ہوتی ہے۔

آج کل بہت سی بچیاں موبائل فون، سوشل میڈیا اور دیگر غیر ضروری مصروفیات کی وجہ سے رات دیر تک جاگنے کی عادی ہوتی جا رہی ہیں۔ یہ عادت صرف نیند ہی کو متأثر نہیں کرتی بلکہ صحت، تعلیم، اخلاق اور روزمرہ نظم و ضبط پر بھی منفی اثر ڈالتی ہے۔ صبح دیر سے اٹھنے کی وجہ سے نماز، تعلیم اور گھریلو معمولات

Go To Index

بھی متاثر ہونے لگتے ہیں۔

حالانکہ طبی اعتبار سے بھی وقت پر سونا بے شمار فوائد کا حامل ہے۔ بچپن اور نوجوانی میں گہری نیند جسمانی نشوونما میں مدد دیتی ہے، ہڈیوں کو مضبوط بناتی ہے اور جسم کے دفاعی نظام کو بہتر کرتی ہے۔ اچھی نیند سے دماغی صلاحیتیں، یادداشت اور سیکھنے کی قوت میں اضافہ ہوتا ہے، جبکہ مزاج میں خوشگواری اور جذباتی توازن بھی برقرار رہتا ہے چڑچڑے پن سے نجات ملتی ہے اسی طرح مناسب نیند ہارمونز کے توازن، جلد کی تازگی، جسمانی توانائی اور روزمرہ سرگرمیوں میں بہتری کا سبب بنتی ہے۔ بچپن سے نیند کا منظم معمول مستقبل میں بھی اچھی صحت برقرار رکھنے میں معاون ثابت ہوتا ہے۔

والدین، خصوصاً والدہ کی ذمہ داری ہے کہ وہ گھر میں ایسا ماحول بنائیں کہ رات کو جلد سونے کا معمول ہو۔ اگر بڑے خود رات دیر تک جاگتے رہیں تو بچیوں میں جلد سونے کی عادت پیدا کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔ اسی طرح بچیوں کو سونے سے پہلے باوضو ہونے، مسنون دعائیں پڑھنے، آیت الکرسی اور دیگر مسنون اذکار پڑھنے کی عادت بھی سکھائی جائے بلکہ کیا ہی اچھا ہو جو امیرِ اہلِ سنّت کے رسالے **”ثواب بڑھانے کے نسخے“** سے سوتے وقت کی جانے والی اچھی اچھی نیتیں بھی کروائی جائیں تاکہ انہیں جسمانی آرام کے ساتھ روحانی سکون بھی نصیب ہو اور ان کا سونا حصول ثواب کا باعث بھی ہو۔

مختصر یہ ہے کہ وقت پر سونا اور وقت پر جاگنا کوئی معمولی عادت نہیں بلکہ ایک صحت مند، بااخلاق، منظم اور کامیاب زندگی کی بنیاد ہے۔ یہی عادت بچیوں کی دینی، تعلیمی، گھریلو اور آئندہ ازدواجی زندگی پر بھی خوشگوار اثرات مرتب کرتی ہے۔ اس لیے والدین کو چاہیے کہ وہ بچپن ہی سے اپنی بیٹیوں میں اس بہترین عادت کو پروان چڑھائیں تاکہ وہ دنیا و آخرت کی بھلائی حاصل کر سکیں۔

(1) پ20، القصص:73 (2) ابوداؤد، 3/ 51، حدیث:2606 (3) مرآۃ المناجیح، 5/ 491۔

طہارت سے متعلق روزمرہ پیش آنے والے اہم شرعی مسائل کا جامع مجموعہ جو کہ ہر مسلمان کے لیے مفید ہے

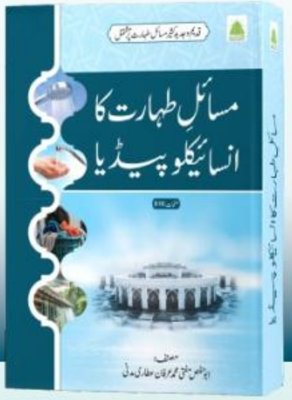

وضو کا بیان
- وضو کے فرائض، سنتیں اور مستحبات
- وضو توڑنے والی چیزیں

غسل کا بیان
- غسل کے فرائض، سنتیں اور آداب
- غسل کن چیزوں سے فرض ہوتا ہے؟

پانی کا بیان
- کس پانی سے وضو جائز ہے اور کس سے نہیں؟
- پانی کی تین اقسام

کنویں کا بیان
- کنویں تین اقسام کے ہیں
- جانداروں کے کنویں میں گرنے کے حوالے سے تفصیل
- آدمی اور جانوروں کے جوٹھے کا بیان

تیمم کا بیان
- پانی پر قدرت نہ ہونے کی صورتیں
- بغیر طہارت اور بغیر تیمم نماز پڑھنے کی صورتیں

موزوں پر مسح کا بیان
- موزوں پر مسح کرنے کا طریقہ، موزوں پر مسح کی شرائط
- تین طرح کے موزوں پر مسح ہو سکتا ہے

حیض و نفاس کا بیان
- حیض، نفاس اور استحاضہ کی تعریف مع احکام

نجاستوں کا بیان
- نجاست کی اقسام و احکام

استنجا کا بیان
- استنجے کی پانچ اقسام
- استبرا کے طریقے اور احکام

آج ہی مکتبۃ المدینہ سے خرید فرما کر خود بھی پڑھیں اور دوسروں کو بھی ترغیب دلائیں۔

Go To Index

سوتیلی ماں کا کردار

محترمہ ام غزالی مدنیہ عطاریہ شعبہ ذمہ دار ماہنامہ خواتین

سوتیلا رشتہ ہمارے معاشرے میں عموماً منفی تصور کیا جاتا ہے، حالانکہ کسی رشتے کی اچھائی یا برائی اس کے نام سے نہیں بلکہ اس سے وابستہ افراد کے رویے سے متعین ہوتی ہے۔ اسلام ہمیں ہر رشتے کے حقوق ادا کرنے، حسنِ سلوک اور ایک دوسرے کے ساتھ محبت و شفقت سے پیش آنے کی تعلیم دیتا ہے۔ شوہر کی اولاد بھی محبت، شفقت اور حسنِ سلوک کی مستحق ہے، جبکہ سوتیلی ماں بھی شوہر کی زوجہ ہونے کے ناتے عزت واحترام کی حق دار ہے۔ اگر سوتیلی ماں خلوص، محبت، صبر اور حکمت کے ساتھ اپنے شوہر کی اولاد کو اپنائے تو وہ نہ صرف بچوں کے دل جیت سکتی ہے بلکہ گھر کے ماحول کو بھی محبت اور سکون کا گہوارہ بنا سکتی ہے۔ ذیل میں سوتیلی ماں کے کردار سے متعلق کچھ باتیں پیشِ خدمت ہیں:

رشتے کو وقت دینا اکثر سوتیلی ماں اس وقت بچے کی زندگی میں آتی ہے جب اس کی حقیقی ماں کا انتقال ہو چکا ہو یا والدین میں علیحدگی ہو چکی ہو۔ ایسی صورت میں بچے کے لیے نئی ماں کو قبول کرنا آسان نہیں ہوتا اور سوتیلی ماں کو بھی مختلف مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ ایسے موقع پر جلد بازی یا سختی کے بجائے محبت، نرمی، صبر اور سمجھ داری سے کام لینا چاہیے۔ بچے کو وقت دیا جائے اور اپنے اچھے برتاؤ سے اس کا اعتماد حاصل کیا جائے۔ جب سوتیلی ماں اسے تحفظ اور محبت کا احساس دے گی تو رفتہ رفتہ دلوں کی دوریاں کم اور گھر کا ماحول خوش گوار ہو سکتا ہے۔

جذبات کا احترام ماں کے انتقال یا والدین کی جدائی کے بعد بچے کے دل میں اپنی ماں کی یادیں موجود رہتی ہیں۔ سوتیلی ماں کو چاہیے کہ ان جذبات کا احترام کرے اور بچے کو اس کی حقیقی ماں کو بھولنے پر مجبور نہ کرے۔ اگر بچہ اپنی ماں کو یاد کرے تو اسے ڈانٹنے یا ناراضی کا اظہار کرنے کے بجائے محبت سے دلاسا دے اور اسے یہ احساس دلائے کہ اس کی ماں کی یاد قابلِ احترام ہے۔ یہ رویہ بچے کے دل میں اعتماد پیدا کرے گا اور اسے سوتیلی ماں کو خیر خواہ اور شفیق سرپرست سمجھنے میں مدد دے گا۔ اس کے برعکس "اب سے میں ہی تمہاری ماں ہوں" کہہ کر بچے کے جذبات کو نظر انداز کرنا اس کے دل کو مزید زخمی کر سکتا ہے۔

راز دار بننا سوتیلی ماں کو چاہیے کہ وہ بچے کی راز دار اور خیر خواہ بنے۔ اگر بچہ اپنے دل کی کوئی بات اس سے کہے تو اسے دوسروں کے سامنے بیان نہ کرے۔ اسی طرح بچے کی معمولی غلطیوں کو خاندان کے سامنے اچھالنا، اسے **سوتیلا** کہہ کر طعنہ دینا یا اس کی حقیقی ماں سے نسبت کو تحقیر کا ذریعہ بنانا انتہائی نقصان دہ ہے۔ بچے کو یہ احساس ہونا چاہیے کہ گھر میں ایک ایسی ہستی موجود ہے جس سے وہ اپنا دکھ سکھ اور دل کی بات بلا جھجک کہہ سکتا ہے۔ اس طرح محبت اور اعتماد کی فضا قائم ہوتی ہے اور بچہ غلط راستے پر جانے کے بجائے اپنے گھر والوں سے راہ نمائی حاصل کرتا ہے۔

سوتیلی اولاد کی کفالت اور دیکھ بھال سوتیلی ماں کو چاہیے کہ وہ اپنے سوتیلے بچوں کے ساتھ اللہ پاک کی رضا کی خاطر اچھا سلوک کرے اور ایسا رویہ اپنائے کہ انہیں گھر میں اجنبیت کا احساس نہ ہو۔ ان کی تعلیم، صحت، لباس اور دیگر ضروریات میں حسبِ استطاعت تعاون کرے کہ سوتیلی اولاد پر خرچ کرنا بھی باعثِ اجر ہے۔ حضرت زینب رضی اللہُ عنہا حضرت عبدُ اللہ بن مسعود

رضی اللہ عنہ کی زوجہ تھیں اور اپنے شوہر کے ان بچوں کی بھی کفالت کرتی تھیں جو ان کی پہلی زوجہ سے تھے۔[1] انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم سے پوچھا: کیا ان کا اپنے شوہر اور ان کے بچوں پر صدقہ کرنا کافی ہے؟ تو حضور نے فرمایا: ان کے لیے دو اجر ہیں؛ ایک رشتہ داری کا اور دوسرا صدقے کا۔[2] اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی ضرورت مند سوتیلی اولاد کی کفالت محض ایک گھریلو ذمہ داری نہیں بلکہ نیکی اور اجر کا ذریعہ بھی ہے۔

سگی اور سوتیلی اولاد میں یکسانیت رکھنا اگر سوتیلی ماں کی اپنی اولاد بھی ہو تو اسے چاہیے کہ توجہ اور دیگر تمام معاملات میں حتی الامکان انصاف کا معاملہ کرے۔ سوتیلی اولاد کو ہر موقع پر یہ احساس دلانا کہ وہ اس گھر میں "دوسرے درجے" کی ہے، اس کے دل میں احساسِ محرومی پیدا کر سکتا ہے۔ حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا اگرچہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی بیٹی تھیں، لیکن حضور کی دیگر ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن ان سے بے حد محبت فرماتی تھیں۔ حضرت عائشہ اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہما نے سیدہ خاتونِ جنت رضی اللہ عنہا کی شادی کے موقع پر ان کے گھر کی تیاری میں بھی بھرپور تعاون کیا اور ان کے لیے ضروری سامان کا اہتمام فرمایا۔[3] یہ عظیم خواتین کے حسنِ سلوک کی روشن مثال ہے۔ ہمیں بھی چاہیے کہ اپنے گھر میں موجود بچوں کے درمیان سوتیلے اور سگے ہونے کی بنیاد پر فرق نہ پیدا کریں بلکہ محبت، شفقت اور انصاف کے ساتھ ان کی تربیت کریں۔

سوتیلی اولاد کی خوبیوں کا اعتراف بعض اوقات سوتیلی اولاد کے بارے میں دل میں موجود منفی جذبات کی وجہ سے اس کی خوبیوں کو نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔ سوتیلی ماں کو چاہیے کہ وہ اس رویے سے بچے اور اپنی اولاد کی طرح سوتیلی اولاد کی اچھی عادات اور صلاحیتوں کو بھی سراہنے کی عادت بنائے۔ بچہ کوئی اچھا کام کرے تو اس کی حوصلہ افزائی کرے، اس کی کامیابی پر خوشی کا اظہار کرے اور مناسب موقع پر دوسروں کے سامنے اس کی تعریف بھی کرے۔ جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت فاطمہ کی علمی خوبی کا اعتراف کرتے ہوئے فرمایا: میں نے گفتگو اور کلام میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی مثل حضرت فاطمہ سے بڑھ کر کسی کو نہیں دیکھا۔[4] اس سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ کسی کی خوبی کا اعتراف کرنا محبت بڑھانے اور دلوں کو قریب کرنے کا ذریعہ ہے۔

محبت سے گھر سنواریے سوتیلی ماں کو چاہیے کہ وہ اپنے شوہر کی اولاد کو بوجھ سمجھنے کے بجائے انہیں اپنے گھر کا حصہ سمجھے۔ ہر بچے کی طبیعت، عمر اور حالات مختلف ہوتے ہیں، اس لیے سب سے یکساں انداز میں پیش آنا ضروری نہیں، البتہ! کسی کے ساتھ محض سوتیلا ہونے کی وجہ سے ناانصافی نہیں ہونی چاہیے۔ اگر کسی بچے کی اصلاح مطلوب ہو تو تنہائی میں محبت اور حکمت سے سمجھایا جائے، سب کے سامنے رسوا نہ کیا جائے۔

یاد رکھیے! بچے محبت کی زبان بہت جلد سمجھتے ہیں۔ آپ کے چند نرم الفاظ، معمولی سی توجہ اور خلوص بھرا رویہ اس بچے کے دل میں آپ کے لیے ایسی محبت پیدا کر سکتا ہے جو بڑے بڑے فاصلے ختم کر دے۔ اسی طرح سخت لہجہ، مسلسل طعنہ زنی اور امتیازی سلوک بچے کے دل میں ایسی دوری پیدا کر سکتا ہے جسے ختم کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔ لہٰذا سوتیلی ماں کو چاہیے کہ اپنے شوہر کی اولاد کے ساتھ محبت، شفقت اور حسنِ سلوک کا معاملہ کرے، ان کی ضروریات کا خیال رکھے، ان کی خوبیوں کو سراہے اور حکمت کے ساتھ ان کی غلطیوں کی اصلاح کرے۔ گھر میں محبت اور انصاف کا ماحول قائم ہو گا تو بچے بھی اعتماد کے ساتھ پروان چڑھیں گے اور خاندان کا نظام مضبوط ہو گا۔ اللہ پاک ہمیں اپنے تمام رشتوں کے حقوق پہچاننے، خصوصاً سوتیلی اولاد کے ساتھ محبت و شفقت سے پیش آنے اور اپنے گھروں کو محبت، انصاف اور سکون کا گہوارہ بنانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

---

1 مراٰۃ المناجیح، 3/118 ملخصاً 2 مسلم، ص389، حدیث: 2318 ماخوذاً 3 ابن ماجہ، 2/444، حدیث: 1911 ملخصاً 4 ابوداود، 4/454، حدیث: 5217

قرآنِ مجید
مکمل ضابطۂ حیات ہے

محترمہ بنت افضل مدنیہ عطاریہ لاہور

قرآنِ حکیم کا گہرائی اور دلچسپی سے مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ ایک ایسی عالم گیر کتاب ہے جس میں انسانی زندگی کے تمام شعبہ جات میں راہنمائی کے لیے وسیع موضوعات، مسائل ان کا حل موجود ہے۔ اللہ پاک نے قرآنِ مجید کو انسان کے لیے مکمل ضابطۂ حیات کے طور پر نازل فرمایا ہے۔ اس میں انسانی زندگی کے حقوق و فرائض، حق و باطل، حلال و حرام، جزا و سزا، ثواب و عذاب، اخلاقی تعلیمات، انفرادی و اجتماعی زندگی کے مسائل اور ان کا حل، معاشرتی حقوق و فرائض، معاشی و اقتصادی امور سمیت زندگی کے مختلف شعبہ جات میں ضروری راہ نمائی موجود ہے۔

قرآنِ مجید اللہ پاک کا عظیم معجزہ ہے، فصاحت و بلاغت میں اس کا کوئی ثانی نہ ہے اور نہ کبھی ہو سکتا ہے۔ یہ صرف مسلمانوں ہی کے لیے نہیں بلکہ غیر مسلموں کے لیے بھی راہ نمائی کا ذریعہ ہے۔ بہت سے غیر مسلم قرآنِ مجید پر تحقیق کرنے نکلے اور اسے سمجھنے کے بعد اللہ پاک کی وحدانیت اور نبیِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی رسالت پر ایمان لے آئے۔

قرآنِ مجید ہی وہ الہامی کتاب ہے جس میں ہمارے دینی و دنیاوی مسائل اور مشکلات کے حل کے لیے راہ نمائی موجود ہے۔ اللہ پاک خود اس کتاب کے جامع اور مفصل ہونے کا اعلان فرماتا ہے: وَ لَقَدْ جِئْنٰهُمْ بِكِتٰبٍ فَصَّلْنٰهُ عَلٰى عِلْمٍ هُدًى وَّ رَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۵۲﴾ (پ8، الاعراف:52) ترجمہ: اور بیشک ہم ان کے پاس ایک کتاب لائے جسے ہم نے ایک عظیم علم کی بنا پر بڑی تفصیل سے بیان کیا، ایمان لانے والوں کے لئے ہدایت اور رحمت ہے۔

الغرض فرد کی پیدائش سے لے کر قبر تک، خاندان سے لے کر ریاست تک ہر مسئلے کا اصول قرآنِ کریم میں موجود ہے۔

عموماً قرآنِ مجید مسائل کی تفصیل بیان نہیں فرماتا، بلکہ ہر مسئلے کا اصول، قانون اور ضابطہ ارشاد فرماتا ہے جن کی مزید تفصیلات سنت اور آئمہ وفقہائے کرام کے اجتہاد سے ملتی ہے۔ زندگی کے 6 بڑے شعبے جن کا ضابطہ قرآنِ پاک بیان فرماتا ہے وہ درج ذیل ہیں:

(1) عقائد (2) عبادات (3) معاملات (4) اخلاقیات (5) معاشیات (6) سیاسیات۔

(1) عقائد قرآنِ کریم میں اللہ پاک کی ذات وصفات اور توحید سے متعلق کئی بنیادی عقائد بیان ہوئے ہیں۔ ان میں سے چند اہم عقائد یہ ہیں: اللہ پاک واحد و یکتا ہے۔ (البقرۃ:163) وہ معبودِ حقیقی تمام جہانوں کا رب ہے۔ (الفاتحۃ:2) وہی ہر چیز کا خالق اور ہر چیز پر نگہبان ہے۔ (الزمر:62) اسے نہ اونگھ آتی ہے، نہ نیند اور وہ تمام مخلوق کی حفاظت فرمانے والا ہے۔ (البقرۃ:255) اس کے علم سے کوئی چیز باہر نہیں، وہ ظاہر و پوشیدہ ہر چیز کو جانتا ہے۔ (الانعام:61) وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ (البقرۃ:20) وہی اول و آخر، ظاہر و باطن ہے۔ (الحدید:3) تمام امور کا فیصلہ و اختیار اسی کے پاس ہے۔ (الانعام:57)

اسی طرح حضور نبیِ کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی ذات وصفات اور مقام و مرتبے سے متعلق بیان کردہ اہم عقائد میں سے چند یہ ہیں: حضور اللہ پاک کے رسول اور خاتم النبیین ہیں۔ (الاحزاب:40) آپ تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجے گئے ہیں۔ (الانبیآء:107) آپ کی اطاعت در حقیقت اللہ پاک کی اطاعت ہے۔ (النسآء:80) آپ کی تعظیم و توقیر اہلِ ایمان پر لازم ہے۔ (الفتح:9) آپ اپنی خواہشِ نفس سے کلام نہیں فرماتے بلکہ آپ کی تعلیمات وحیِ الٰہی پر مبنی ہوتی ہیں۔ (النجم:3-4) آپ کی بارگاہ میں بلند آواز سے کلام کرنا

Go To Index

اعمال کے ضائع ہونے کا سبب بن سکتا ہے۔(الحجرات:2)

(2) عبادات قرآنِ کریم میں عبادات کے متعلق بھی واضح اور جامع راہ نمائی موجود ہے۔ نماز قائم کرنے کا بار بار حکم دیا گیا ہے اور اسے مقررہ اوقات میں ادا کرنا لازم قرار دیا گیا ہے۔(النسآء: 103)زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم نماز کے ساتھ بیان ہوا ہے۔(البقرۃ: 43)روزے فرض کیے گئے تاکہ انسان میں تقویٰ پیدا ہو۔(البقرۃ: 183)جبکہ حج کی فرضیت بھی واضح طور پر بیان ہوئی ہے کہ جو شخص اس گھر تک پہنچنے کی استطاعت رکھتا ہو، اس پر اللہ پاک کے لیے اس گھر کا حج کرنا فرض ہے۔(اٰلِ عمرٰن:97) نیز قرآنِ کریم نماز کے ذریعے اللہ پاک کے ذکر، زکوٰۃ کے ذریعے مال کی پاکیزگی، روزے کے ذریعے تقویٰ اور حج کے ذریعے اللہ پاک کی بندگی و اطاعت کا جذبہ پیدا کرنے کی راہ نمائی فرماتا ہے۔

(3) معاملات قرآنِ کریم نے نکاح، طلاق، خرید و فروخت، قرض، وراثت اور دیگر معاملات کے لیے انصاف، باہمی رضامندی اور پاکیزگیِ معاملات کو بنیادی اصول قرار دیا ہے۔ چنانچہ فرمانِ الٰہی ہے: یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوْۤا اَمْوَالَكُمْ بَیْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ اِلَّاۤ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ (پ5، النسآء:29)
ترجمہ: اے ایمان والو! باطل طریقے سے آپس میں ایک دوسرے کے مال نہ کھاؤ البتہ یہ (ہو) کہ تمہاری باہمی رضامندی سے تجارت ہو۔ اس میں سود، چوری، جوا، رشوت، خیانت، غصب، دھوکا دہی اور دیگر ناجائز ذرائع سے مال حاصل کرنا شامل ہے۔ اسی طرح قرآنِ کریم نے نکاح کے معاملات میں حلال و حرام کی حدود بیان فرمائیں اور خاندانی نظام میں مرد کو عورت کا نگہبان اور کفیل قرار دیا۔ (پ5، النسآء:24، 34)یوں قرآنِ پاک انسانی معاملات میں حلال و حرام کی پابندی، باہمی رضامندی، عدل و انصاف اور ذمہ داری کا جامع اصول فراہم کرتا ہے۔

(4) اخلاقیات قرآنِ کریم نے انسان کی انفرادی و اجتماعی زندگی سنوارنے کے لیے اخلاقیات کے جامع اصول بیان فرمائے ہیں۔ اس میں سچائی، تقویٰ، حسنِ گفتار، والدین سے حسنِ سلوک اور بری صحبت سے بچنے کی خصوصی تعلیم دی گئی ہے۔ چنانچہ اللہ پاک ارشاد فرماتا ہے: یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ قُوْلُوْا قَوْلًا سَدِیْدًا (پ22، الاحزاب:70) ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سیدھی بات کہا کرو۔ اسی طرح والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کا حکم دیتے ہوئے فرمایا کہ ان کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔(پ15، بنی اسرائیل:23) نیز ایسی صحبت سے بچنے کا حکم دیا جو انسان کے ایمان و کردار کو متاثر کرے۔(پ5، النسآء:140)یوں قرآنِ پاک ہمیں سچائی، تقویٰ، حسنِ سلوک اور نیک صحبت اختیار کرنے کی تعلیم دے کر ایک پاکیزہ کردار اور صالح معاشرے کی بنیاد فراہم کرتا ہے۔

(5) معاشیات قرآنِ کریم نے معاشی زندگی کے لیے عدل، امانت، دیانت اور حلال کمائی پر مبنی جامع اصول بیان فرمائے ہیں۔ قرآنِ پاک ہمیں یہ سکھاتا ہے کہ رزق کا حقیقی مالک اللہ پاک ہے۔(پ12، ھود:6)ساتھ ہی حلال و پاکیزہ رزق اختیار کرنے کا حکم دیا۔(پ2، البقرۃ:168) تجارت میں جائز و ناجائز کی تمیز کرتے ہوئے سود کو حرام قرار دیا۔(پ3، البقرۃ:275)اور لین دین میں ناپ تول پورا کرنے کی تاکید فرمائی۔(پ19، الشعراء: 181)یوں قرآنِ پاک ایک پاکیزہ معاشی نظام کے لیے حلال کمائی، سود سے بچنے، دیانت داری اور انصاف کو بنیادی اصول قرار دیتا ہے۔

(6) سیاسیات قرآنِ کریم نے ایک عادلانہ سیاسی نظام کے قیام کے لیے حاکمیتِ الٰہی، عدل و انصاف اور قانون کی اطاعت جیسے بنیادی اصول بیان فرمائے ہیں۔ ارشاد ہوتا ہے: اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ (پ12، یوسف:40)ترجمہ: حکم تو صرف اللہ کا ہے۔ اسی طرح عدل و احسان کا حکم فرمایا: اِنَّ اللّٰهَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَ الْاِحْسَانِ (پ14، النحل:90) ترجمہ: بیشک اللہ عدل اور احسان کا حکم فرماتا ہے۔ نیز اللہ پاک اور اس کے رسول صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی اطاعت کے ساتھ اہلِ اقتدار کی اطاعت کا حکم دیا۔(پ5، النسآء:59)

یوں قرآنِ پاک حکمرانی میں اللہ پاک کی حاکمیت، عدل و انصاف کے قیام اور شرعی حدود میں رہتے ہوئے قانون و نظم کی پابندی کی تعلیم دیتا ہے۔ اللہ پاک ہمیں زندگی کے ہر شعبے میں قرآن و سنت کی تعلیمات پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اٰمین بِجاہِ النّبیِّ الْاَمین صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم

Go To Index

دَارُالْاِفْتَاء اَهْلِسُنَّت

مفتی ابو محمد علی اصغر عطاری مَدَنی*
*محققِ اہلِ سنت، مرکز الاقتصاد الاسلامی فیضانِ مدینہ کراچی

دارُالافتاء اہلِ سنّت (دعوتِ اسلامی) مسلمانوں کی شرعی راہنمائی میں مصروفِ عمل ہے، تحریری، زبانی، فون اور دیگر ذرائع سے ملک و بیرونِ ملک سے ہزارہا مسلمان شرعی مسائل دریافت کرتے ہیں، جن میں سے تین منتخب فتاویٰ ذیل میں درج کیے جارہے ہیں۔

1 نبی پاک صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کے شہزادوں کی تعداد کیا ہے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اس مسئلے کے بارے میں کہ نبی کریم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کے فرزند (صاحبزادوں) کی تعداد کتنی ہے تین یا چار؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

نبیِ کریم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کے فرزند کی تعداد میں اختلاف ہے جن پر سب علماء کا اتفاق ہے وہ دو ہیں حضرت قاسم اور حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہما ایک قول تین کا بھی ہے قاسم، ابراہیم اور عبداللہ رضی اللہ عنہم اور حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی قول کو زیادہ صحیح بتایا ہے۔ اور بعض قول تین سے زیادہ کے بھی ہیں۔

شیخ محقق علیہ الرَّحمہ مدارج النبوت میں فرماتے ہیں: ”رسول اللہ صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کی جس اولاد پاک صلوات اللہ علیہم وسلامہ پر تمام علماء کا اتفاق ہے وہ رسول زادے چھ افراد ہیں ان میں آپ کے دو بیٹے حضرت قاسم اور حضرت ابراہیم ہیں اور چار آنجناب صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کی صاحبزادیاں ہیں۔ سیدہ زینب، سیدہ رقیہ، سیدہ اُمِّ کلثوم اور سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہم اجمعین ان کے سوا پر علماء کا اختلاف ہے، بعض علماء کہتے ہیں کہ ابراہیم اور قاسم کے علاوہ ایک اور فرزند بھی تھے جن کا نام عبد اللہ تھا اور وہ مکہ شریف میں ہی چھوٹی عمر میں اس دنیا سے رحلت پاگئے تھے۔ اور ان کا لقب ہی طیب وطاہر تھا، اور اصح یہ ہے کہ صاحبزادے تین ہیں قاسم، ابراہیم اور عبداللہ اور آپ کی صاحبزادیاں چار ہیں۔“ (ملخصاً)

(مدارج النبوت مترجم، 2/724- سیرت مصطفیٰ، ص552)

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُہٗ اَعْلَم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم

Go To Index

2 عرش و کرسی سے افضل زمین کا حصہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہم نے سنا ہے کہ زمین کے جس حصے کے ساتھ رسول اللہ صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کا جسم مبارک مَس ہے زمین کا وہ ٹکڑا کائنات کی ہر شے سے یہاں تک کہ عرش و کرسی سے بھی افضل ہے، شریعتِ اسلامیہ اس کے متعلق کیا فرماتی ہے؟؟

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

آپ نے بالکل درست سنا ہے اور علماءِ کرام نے اپنی کتابوں میں اس کو بیان کیا ہے بلکہ اس پر اجماع نقل کیا ہے کہ قبرِ انور کا وہ مبارک ٹکڑا جس سے حضور پُرنور صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کا جسمِ اطہر مَس کیے ہوئے ہے وہ کعبہ شریف سے اور ہر خطے سے افضل ہے۔ بلکہ عرش و کرسی سے بھی وہ حصہ افضل ہے۔

مکہ اور مدینہ میں سے کونسا شہر افضل ہے اس میں اختلاف ائمہ بیان کرنے کے بعد علامہ طحطاوی حنفی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں۔ ”والخلاف فی غیر البقعة التی دفن بها صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم فإنها أفضل حتی من العرش والکرسی بالإجماع“ یعنی مکے اور مدینے کی افضلیت کا اختلاف زمین کے اس مبارک حصے میں نہیں ہے جس میں رسولِ پاک صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم مدفون ہیں کیونکہ زمین کا یہ حصہ مکے سے افضل ہے حتی کہ عرش اور کرسی سے بھی بالاجماع افضل ہے۔

(حاشیۃ الطحطاوی علی المراقی، ص109)

عمدۃ القاری میں ہے: ”وقال عیاض أجمعوا علی أن موضع قبره صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم أفضل بقاع“ یعنی امام قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ علماء نے اس پر اجماع کیا ہے کہ رسول اللہ صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کی قبرِ انور زمین کے تمام حصوں سے افضل ہے۔ (عمدۃ القاری، 7/374-المواہب اللدنیہ متن شرح الزرقانی، 12/234-مرقاۃ المفاتیح، 5/640، تحت الحدیث: 2757-الدر المختار متن ردالمحتار، 4/62-فتاوی رضویہ، 10/711)

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم

3 نبیِ کریم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم سے پانی میں تیرنے کا ثبوت

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا نبیِ کریم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم سے پانی میں تیرنا ثابت ہے؟

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

جی ہاں! نبیِ پاک صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم سے پانی میں تیرنا ثابت ہے۔

چنانچہ نبیِ پاک صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم فرماتے ہیں: ”أحسنت العوم فی بئر بنی عدی بن النجار“ ترجمہ: میں بنی عدی بن نجار کے کنویں میں عمدہ انداز میں تیرا۔ (الطبقات الکبری لابن سعد، 1/116)

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: ”کان النبی صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم وأصحابه یسبحون فی غدیر فقال صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم لأصحابه: «لیسبح کل رجل منکم إلی صاحبه» فسبح کل رجل إلی صاحبه، وبقی النبی صلی اللہ علیه وسلم، وأبو بکر، ثم سبح النبی صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم إلی أبی بکر، حتی عانقه“ ترجمہ: نبیِ پاک صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم اور آپ کے صحابہ ایک تالاب میں تیراکی کیا کرتے تھے تو نبیِ پاک صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے فرمایا: ہر ایک شخص اپنے ساتھی کی طرف تیر کر جائے تو ہر شخص اپنے ساتھی کی طرف تیر کر چلا گیا، نبیِ کریم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم اور صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ باقی رہ گئے تو نبیِ پاک صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم، صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کی طرف تیر کر گئے حتی کہ انہیں گلے لگالیا۔ (شرح مذاہب اہل السنۃ، ص162-شرح الزرقانی، 1/309-روح البیان، 6/78، المؤمنون، تحت الآیۃ: 23)

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم

Go To Index

اِسلامی بہنوں کے شرعی مسائل

مفتی ابو محمد علی اصغر عطّاری مَدَنی*
* محققِ اہلِ سنت، مرکز الاقتصاد الاسلامی فیضانِ مدینہ کراچی

1 میت کے پاس بلند آواز سے کلمہ واذکار پڑھنے کا حکم؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے ہاں جب میت کو غسل دے کر کفن وغیرہ پہنا دیا جاتا ہے، تو میت کے پاس عورتیں خوش الحانی کے ساتھ بلند آواز سے کلمہ پڑھتی ہیں اور یہ ایک تسبیح سو مرتبہ پڑھتی ہیں "خانہ کعبہ بیت اللہ مدینہ پاک رسول اللہ اس روح نوں بخشیں آپ اللہ۔۔۔ یہ کہنے کے بعد وہاں پر موجود عورتیں مل کر کہتی ہیں۔۔۔ پڑھو، لا الہ الا اللہ" اور پھر کلمہ طیبہ کا ورد کیا جاتا ہے، کیا یہ جائز ہے؟

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

پوچھی گئی صورت میں میت کے پاس کلمہ طیبہ اور دیگر اذکار پڑھنا جائز ہے، اس میں کوئی حرج نہیں۔ سوال میں مذکور الفاظ "خانہ کعبہ بیت اللہ مدینہ پاک رسول اللہ اس روح نوں بخشیں آپ اللہ" درست ہیں، ان میں کوئی بات خلافِ شریعت نہیں ہے۔ البتہ اس میں اس بات کالحاظ رکھا جائے کہ عورتوں کی آواز نامحرموں تک نہ جائے، ورنہ یعنی اگر عورتوں کی آواز اتنی بلند ہو کے غیر محرموں کو ان کی آواز پہنچے گی، تو ان کا اتنی بلند آواز سے پڑھنا، ناجائز و گناہ ہوگا۔

میت کے پاس تسبیح و تہلیل کرنے کے متعلق ردالمحتار میں ہے: "ولا باس بالتسبیح و التھلیل وان رفع صوتہ" یعنی: (میت کے پاس) تسبیح و تہلیل کرنے میں کوئی حرج نہیں، اگرچہ بلند آواز سے ہو۔ (ردالمحتار، 100/3)

عورت کی آواز بھی عورت ہے جیسا کہ سیدی اعلیٰ حضرت امامِ اہلِ سنت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن اسی طرح کے ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں: "ناجائز ہے کہ عورت کی آواز بھی عورت ہے اور عورت کی خوش الحانی کہ اجنبی سنے محلِ فتنہ ہے۔" (فتاوی رضویہ، 240/22)

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُهٗ اَعْلَم صلَّی اللہ علیہ والہ وسلَّم

اعتقادات و توہمات

(قسط نمبر 6)

محترمہ بنتِ مقصود عطاریہ طالبہ فیضان آن لائن اکیڈمی عرب، بحرین

بدشگونی

ہمارے معاشرے میں رائج کئی باطل اعتقادات میں سے ایک بدشگونی بھی ہے۔ بدشگونی کا معنی ہے: کسی چیز، شخص، عمل، آواز یا وقت کو اپنے حق میں برا سمجھنا اور اس کی وجہ سے کسی کام سے رک جانا یا اسے نقصان دہ تصور کرنا۔

تفسیر قرطبی میں ہے: اچھا شگون یہ ہے کہ انسان جس کام کا ارادہ کرے، اس کے بارے میں کوئی اچھی بات سن کر اسے اپنے حق میں دلیل سمجھے۔ شریعت نے اس بات کی ترغیب دی ہے کہ انسان اچھا شگون لے کر خوش ہو اور اپنا کام خوشی سے انجام دے، جبکہ کوئی بری بات سننے کی صورت میں اس کی طرف توجہ نہ دے اور نہ ہی اس کے سبب اپنے کام سے رکے۔[1]

بدشگونی ایک ایسی بیماری ہے جو انسان کے ایمان و عقیدے کو کمزور کرنے کے ساتھ ساتھ اس کی دینی و دنیاوی زندگی کو بھی متاثر کرتی ہے۔ اس کی وجہ سے انسان مختلف چیزوں کے بارے میں وہمی خیالات میں مبتلا ہو جاتا ہے، ہر چھوٹی بڑی بات کو اپنے لیے برا شگون سمجھنے لگتا ہے اور یوں اس کے دل سے اطمینان و سکون رخصت ہو جاتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ اپنے قریبی لوگوں کو بھی وہمی نگاہ سے دیکھنے لگتا ہے، جس سے دلوں میں بدگمانی اور کدورت پیدا ہوتی ہے۔

کثیر احادیثِ مبارکہ میں بھی بدشگونی کے نقصانات سے خبردار کیا گیا ہے۔ چنانچہ حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے بدفالی لینے والوں سے اپنی بیزاری کا اظہار فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا: جس نے بدشگونی لی اور جس کے لیے بدشگونی لی گئی، وہ ہم میں سے نہیں ہے (یعنی ہمارے طریقے پر نہیں ہے)۔[2]

دنیا کے مختلف معاشروں میں بدشگونی کی مختلف صورتیں پائی جاتی ہیں۔ ہمارے ہاں بھی بعض چیزوں، جانوروں، پرندوں، دنوں، مہینوں اور بعض واقعات کو منحوس سمجھنے کے تصورات عام ہیں، حالانکہ محض کسی چیز کے پیش آنے یا کسی خاص وقت کے آنے سے نحوست لازم نہیں آتی۔

ماہِ صفر سے بدشگونی

بعض لوگ ماہِ صفر کو معاذ اللہ منحوس سمجھتے ہیں اور اسے آفتوں اور بلاؤں کے نزول کا مہینا قرار دیتے ہیں۔ اسی وجہ سے اس میں شادی بیاہ، کاروبار یا سفر شروع کرنے سے گریز کرتے ہیں، خصوصاً ابتدائی تیرہ دنوں کو بہت منحوس جانا جاتا ہے اور انہیں تیرہ تیزی کہا جاتا ہے۔ بعض مقامات پر اس تصور کے تحت سفید چنے کی نیاز بھی دی جاتی ہے تاکہ اس ماہ میں آنے والی بلائیں گھر کا رخ نہ کریں۔

یادرکھئے! نیاز و فاتحہ بلاشبہ مستحب عمل ہے اور کسی بھی حلال رزق سے کسی بھی ماہ یا تاریخ میں کی جاسکتی ہے، لیکن اگر اسے ماہِ صفر کی نحوست دور کرنے یا اس ماہ میں نازل ہونے والی بلاؤں سے بچنے کے اعتقاد کے ساتھ کیا جائے تو یہ بدشگونی کے زمرے میں آئے گا۔

پیارے آقا صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے صفر المظفر کے بارے میں وہمی خیالات کو باطل قرار دیتے ہوئے فرمایا: صفر کچھ بھی نہیں۔[3]

حضرت شیخ عبدُالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: عوام

Go To Index

اسے (یعنی ماہِ صفر کو) بلاؤں، حادثوں اور آفتوں کے نزول کا وقت قرار دیتے ہیں، یہ عقیدہ باطل ہے اس کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔(4)

بدشگونی کی مختلف صورتیں

بدشگونی صرف کسی خاص دن یا مہینے کو منحوس سمجھنے تک محدود نہیں، بلکہ ہمارے معاشرے میں اس کی بہت سی دوسری صورتیں بھی پائی جاتی ہیں۔ مثلاً:

- کسی اندھے، لنگڑے، ایک آنکھ والے یا کسی معذور شخص کو دیکھ کر بدفالی لینا،
- کسی خاص پرندے یا جانور کو دیکھنے یا اس کی آواز سننے کو برا شگون سمجھنا،
- کسی کام کا ارادہ کرنے پر کسی کی طرف سے اس کام سے رکنے کا مشورہ ملے تو اسے منحوس سمجھ لینا اور یہ خیال کرنا کہ اب یہ کام ضرور خراب ہو گا، وغیرہ۔

اسی طرح بعض لوگ ناخن، بلی، کتے، مرغے اور دیگر چیزوں سے بھی بدشگونی لیتے ہیں۔ مثلاً:

- کسی کا کٹا ہوا ناخن پاؤں کے نیچے آجائے تو اسے باہمی دشمنی کی علامت سمجھنا،
- رات کے وقت بلی یا کتے کے رونے کو منحوس جاننا،
- مرغا دن کے وقت اذان دے تو بدفالی لینا،
- پہلا گاہک سودا لیے بغیر چلا جائے تو اسے کاروبار کے لیے برا شگون سمجھنا بھی اسی قسم کی غلط سوچ ہے۔
- بعض گھروں میں نئی نویلی دلہن کے آنے پر خاندان میں کسی کا انتقال ہو جائے تو اسے منحوس سمجھا جاتا ہے،
- کسی عورت کے ہاں صرف بیٹیاں پیدا ہوں، یا کوئی عورت جوانی میں بیوہ ہو جائے تو اسے بھی نحوست کی علامت سمجھ لیا جاتا ہے۔
- اسی طرح حاملہ عورت کو اس خوف سے میت سے دور رکھا جاتا ہے کہ کہیں اس کا بچے پر برا اثر نہ پڑے۔

یہ سب بے بنیاد تصورات ہیں، جن کی شریعت میں کوئی اصل نہیں۔

گھریلو توہمات

ہمارے گھروں میں بعض ایسے خیالات بھی رائج ہیں جنہیں بظاہر معمولی سمجھا جاتا ہے، لیکن حقیقت میں یہ بھی بدشگونی اور توہم پرستی ہی کی صورتیں ہیں۔ مثلاً:

- خالی قینچی چلانے سے گھر میں لڑائی ہونے کا خیال،
- خالی برتن یا چمچ آپس میں ٹکرانے کو جھگڑے کی علامت سمجھنا،
- کسی کا کنگھا استعمال کرنے سے دونوں کے درمیان لڑائی ہو جانے کا تصور،
- بچے کے دانت الٹے نکلنے کو ننھیال پر بھاری ہونے کی علامت سمجھنا،
- دودھ پیتے بچے کے بالوں میں کنگھی کرنے سے اس کے دانت ٹیڑھے نکلنے کا خیال رکھنا، وغیرہ
- اسی طرح یہ سمجھنا کہ چھوٹا بچہ کسی کی ٹانگ کے نیچے سے گزر جائے تو اس کا قد چھوٹا رہ جائے گا،
- سوئے ہوئے بچے کے اوپر سے کوئی گزر جائے تو اس کا قد رک جائے گا،
- مغرب کے بعد دروازے میں بیٹھنے سے بلائیں گزرنے کی وجہ سے نقصان ہو گا،
- مغرب کی اذان کے وقت تمام لائٹیں روشن نہ کی گئیں تو بلائیں اتر آئیں گی،
- رات کو آئینہ دیکھنے سے چہرے پر جھریاں پڑ جائیں گی،
- رات کے وقت کنگھی کرنے یا ناخن کاٹنے سے نحوست آئے گی،
- اور گھر کی چھت یا دیوار پر اُلّو بیٹھ جائے تو کوئی مصیبت آئے گی، وغیرہ

یہ سب بھی بے اصل باتیں ہیں۔

Go To Index

یہ یاد رکھنا چاہیے کہ کسی چیز کے ساتھ محض ایک اتفاق پیش آ جانے سے وہ منحوس نہیں ہو جاتی۔ اگر کسی گھر میں کسی خاص واقعے کے بعد کوئی نقصان پیش آیا تو اس واقعے کو اس نقصان کا سبب سمجھ لینا درست نہیں۔ نفع و نقصان اللہ پاک کے اختیار میں ہے اور کسی چیز میں اپنی طرف سے نحوست مان لینا درست عقیدے کے خلاف ہے۔

بد شگونی کا یہ تصور صرف ہمارے معاشرے تک محدود نہیں بلکہ دنیا کے مختلف ممالک میں بھی اس کی مختلف شکلیں پائی جاتی ہیں۔ مثلاً: بعض مغربی ممالک میں 13 کے عدد کو منحوس سمجھا جاتا ہے، یہاں تک کہ بعض عمارتوں میں تیرہویں منزل کو تیرہ نمبر دینے کے بجائے براہِ راست چودھویں منزل لکھ دیا جاتا ہے، جبکہ بعض ہسپتالوں میں 13 نمبر کا کمرہ یا بستر بھی نہیں رکھا جاتا۔

یہ تمام مثالیں اس بات کو واضح کرتی ہیں کہ بد شگونی اور توہم پرستی کسی ایک معاشرے کا مسئلہ نہیں، بلکہ انسان جب اسباب کے حقیقی مؤثر ہونے کے بارے میں غلط تصور قائم کر لیتا ہے تو ایسی بے شمار وہمی باتیں جنم لیتی ہیں۔ اسلام نے انسان کو ایسے باطل تصورات سے نکال کر اللہ پاک کی قدرت اور اس کے فیصلے پر اعتماد کا درس دیا ہے۔

بد شگونی مسلمانوں کا شیوہ نہیں

یاد رکھئے! کسی شخص، چیز، وقت یا واقعے کو محض وہم کی بنیاد پر منحوس قرار دینا مسلمانوں کا شیوہ نہیں، بلکہ یہ جاہلیت کے باطل تصورات میں سے ہے۔ قرآنِ پاک میں فرعونیوں کے بارے میں بیان کیا گیا ہے کہ جب ان پر کوئی خوش حالی آتی تو کہتے کہ یہ ہمارے لیے ہے اور جب کوئی برائی پہنچتی تو حضرت موسیٰ علیہ السّلام اور ان کے ساتھیوں سے بد شگونی لیتے تھے۔ اللہ پاک نے ان کے اس باطل خیال کی تردید فرمائی۔[5]

اسی طرح زمانۂ جاہلیت کے لوگ پرندوں کے نام، آواز، رنگ اور ان کے اڑنے کی سمت سے بھی فال لیا کرتے تھے۔ مثلاً: عقاب کو دیکھ کر مصیبت، کوے سے سفر اور ہدہد سے ہدایت کی فال لیتے۔

اسی طرح اگر پرندہ سیدھی جانب اڑتا تو اسے اچھا شگون اور الٹی جانب اڑتا تو بد شگونی سمجھتے تھے۔[6]

اسلام نے ان باطل خیالات کا خاتمہ کیا اور مسلمانوں کو اللہ پاک کی ذات پر بھروسا رکھنے کی تعلیم دی۔ چنانچہ پیارے آقا صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے ایسے طریقوں سے منع فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا: اچھا یا برا شگون لینے کے لیے پرندہ اڑانا، بد شگونی لینا اور طرق (یعنی کنکر پھینک کر یا ریت میں لکیر کھینچ کر فال نکالنا) شیطانی کاموں میں سے ہے۔[7]

لہٰذا ہمیں چاہیے کہ کسی شخص، جانور، پرندے، دن، مہینے یا کسی اتفاقی واقعے کو اپنے لیے منحوس نہ سمجھیں۔ اگر دل میں کسی قسم کا وہم پیدا ہو تو اسے اہمیت دینے کے بجائے اللہ پاک پر بھروسا کریں، دعا کریں اور اپنے جائز کام کو جاری رکھیں۔

یاد رکھئے! نفع و نقصان، خوشی و غمی اور خیر و شر سب اللہ پاک کے اختیار میں ہیں۔ مومن کا کام توہمات کے پیچھے چلنا نہیں بلکہ اللہ پاک کی قدرت اور اس کے فیصلے پر یقین رکھنا ہے۔ اللہ کریم ہمیں دینِ اسلام کی درست سمجھ عطا فرمائے، ہر طرح کی بد شگونی اور باطل اعتقادات سے محفوظ رکھے اور اپنے فیصلوں پر راضی رہتے ہوئے صرف اپنی ذات پر کامل بھروسا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اٰمین بِجاہِ النّبیِّ الاَمین صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم

---

1 قرطبی، 8/132، جز:16 ملتقطاً

2 معجم کبیر، 18/162، حدیث:355

3 بخاری، 4/24، حدیث:5707

4 اشعۃ اللمعات، 3/664

5 پ9، الاعراف:131

6 بریقہ محمودیہ، 2/378

7 ابو داود، 4/22، حدیث:3907

اپنے کام سے کام رکھئے!

محترمہ ام انس عطاریہ
ذمہ دار شعبہ ماہنامہ خواتین (کراچی سطح)، رکن انٹرنیشنل افیئرز ڈیپارٹمنٹ

زندگی کو پُرسکون اور خوشگوار بنانے کے لیے جہاں بہت سی اچھی عادات ضروری ہیں، وہیں اپنے کام سے کام رکھنا بھی ایک اہم اخلاقی خوبی ہے۔ دوسروں کے معاملات میں بلاوجہ دلچسپی لینا، ان کی ذاتی زندگی کے بارے میں پوچھ گچھ کرنا اور ہر معاملے میں اپنی رائے دینے کی کوشش کرنا نہ صرف وقت کا ضیاع ہے بلکہ بسا اوقات بدگمانی، غیبت اور باہمی اختلافات کا سبب بھی بن جاتا ہے۔ اسلام ہمیں دوسروں کے حقوق اور معاملات کا احترام کرنے کے ساتھ ساتھ اپنی ذمہ داریوں اور اپنی اصلاح پر توجہ دینے کی تعلیم دیتا ہے۔

اس بات کو ایک دلچسپ لطیفے سے یوں سمجھا جاسکتا ہے کہ ایک شخص چائے کے ہوٹل کے پاس سے گزر رہا تھا۔ اس نے اپنے دوست کو دیکھا جو بیٹھا چائے پی رہا تھا۔ وہ اس کے پاس آیا اور چائے کے نقصانات بیان کرنے لگا۔ دوست نے جواب دیا: میرے دادا کی عمر 110 سال تھی! اس نے پوچھا: وہ چائے پیتے تھے؟ جواب ملا: نہیں، وہ اپنے کام سے کام رکھتے تھے!

بظاہر یہ ایک لطیفہ ہے، لیکن اس میں ایک اہم سبق پوشیدہ ہے کہ انسان اگر دوسروں کے معاملات میں بے جا الجھنے کے بجائے اپنے کام، اپنی ذمہ داریوں اور اپنی اصلاح کی فکر کرے تو بہت سی پریشانیوں سے محفوظ رہ سکتا ہے۔ فرمانِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم ہے: آدمی کے اسلام کی خوبی میں سے یہ ہے کہ وہ بے فائدہ کاموں کو چھوڑ دے۔[1]

اللہ پاک نے انسان کو جو بے شمار نعمتیں عطا فرمائی ہیں، ان میں سے وقت بھی ایک بہت بڑی نعمت ہے۔ گزر جانے والا وقت دوبارہ واپس نہیں آتا، اس لیے عقل مند وہی ہے جو اسے مفید کاموں میں صرف کرے۔ اگر ہم اپنا قیمتی وقت دوسروں کے معاملات جاننے، ان پر تبصرے کرنے اور بے فائدہ گفتگو میں گزار دیں تو نہ صرف وقت ضائع ہوتا ہے بلکہ اپنی ضروری ذمہ داریوں میں بھی کمی رہ جاتی ہے۔ ہمیں چاہیے کہ اپنے وقت کو اللہ پاک کی رضا والے کاموں، اپنی اصلاح اور اپنی ذمہ داریوں کی ادائیگی میں صرف کریں اور ہر ایسے مشغلے سے بچیں جس کا نہ دین میں فائدہ ہو نہ دنیا میں۔

خصوصاً بعض خواتین دوسروں کے معاملات میں ضرورت سے زیادہ دلچسپی لینے لگتی ہیں۔ مثلاً: فلاں کی بہو میکے کیوں چلی گئی؟ فلاں کی بیٹی اتنے دنوں سے والدین کے گھر کیوں بیٹھی ہے؟ فلاں گھر میں ساس بہو کی نہیں بنتی، فلاں کی نند اور بھابھی میں آج کل بڑی دوستی ہے، ضرور کوئی بات ہوگی! اس طرح کی باتوں سے شروع ہونے والی گفتگو اکثر قیاس آرائی، بدگمانی اور غیبت تک جا پہنچتی ہے۔

یاد رکھئے! اپنے کام چھوڑ کر دوسروں کے معاملات کے پیچھے پڑ جانا صرف اخلاقی خرابی نہیں بلکہ اس سے گھریلو اور معاشرتی اختلافات کے دروازے بھی کھل سکتے ہیں۔ اسی لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: بدگمانی سے بچو، کیونکہ بدگمانی سب سے جھوٹی بات ہے، نہ ٹوہ لگاؤ، نہ عیب تلاش کرو۔[2] اور اللہ پاک بھی ارشاد فرماتا ہے: یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِیْرًا مِّنَ الظَّنِّ٘-اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ وَّ لَا تَجَسَّسُوْا وَ لَا یَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًاؕ (پ26، الحجرات: 12) ترجمہ: اے ایمان والو! بہت زیادہ گمان کرنے

Go To Index

سے بچو بیشک کوئی گمان گناہ ہو جاتا ہے اور (پوشیدہ باتوں کی) جستجو نہ کرو اور ایک دوسرے کی غیبت نہ کرو۔

یوں دوسروں کے معاملات میں بلاوجہ پڑنے سے انسان صرف اپنا وقت ہی ضائع نہیں کرتا بلکہ بسا اوقات بد گمانی، تجسس اور غیبت جیسے گناہوں میں بھی مبتلا ہو جاتا ہے۔ اس لیے اپنے کام سے کام رکھنا دراصل اپنی زبان، وقت اور دل تینوں کی حفاظت کا ذریعہ ہے۔ لہٰذا ہمیں چاہیے کہ اپنی صحت، وقت اور ذہنی سکون کی حفاظت کرتے ہوئے اپنے کاموں پر توجہ دیں۔ جب ہم کرنے کے کام نہیں کرتیں تو نا کرنے کے کام ہمارے گلے پڑ جاتے ہیں۔ اگر ہم اپنی ذمہ داریوں کو سنبھالنے، گھر کو بہتر بنانے، علمِ دین سیکھنے اور آخرت کی تیاری میں وقت صرف کریں، تو دوسروں کے معاملات میں جھانکنے کی فرصت ہی نہیں رہے گی۔

ہمیں اپنی دنیا اور دوسروں کی آخرت کی فکر کرنے کے بجائے دوسروں کی دنیا اور اپنی آخرت کی فکر کرنی چاہیے یعنی دوسروں کے عیب تلاش کرنے اور ان کے معاملات میں الجھنے کے بجائے پہلے اپنی اصلاح پر توجہ دینی چاہیے۔ اللہ پاک ارشاد فرماتا ہے: یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا عَلَیْكُمْ اَنْفُسَكُمْۚ لَا یَضُرُّكُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَیْتُمْؕ (پ7، المائدۃ:105) ترجمہ: اے ایمان والو! تم اپنی جانوں کی فکر کرو جب تم ہدایت پر ہو تو گمراہ ہونے والا تمہارا کچھ نہ بگاڑے گا۔ اس آیتِ مبارکہ کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ انسان دوسروں کی اصلاح سے بے نیاز ہو جائے، بلکہ اپنی اصلاح کے ساتھ ساتھ دوسروں کو نیکی کی دعوت دینا اور برائی سے روکنا بھی ضروری ہے۔ تفسیرِ خازن میں اس آیتِ مبارکہ کی تفسیر میں حضرت عبدُ اللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول لکھا ہے کہ اس آیت میں نیکی کا حکم دینے اور برائی سے منع کرنے کے واجب ہونے کی بہت تاکید کی ہے، کیونکہ اپنی جانوں کی فکر رکھنے کے معنیٰ یہ ہیں کہ ہر ایک دوسرے کو نصیحت کرے، نیکیوں کی رغبت اور برائیوں سے نفرت دلائے۔[3]

لہٰذا "اپنے کام سے کام رکھنے" کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ ہم دوسروں کی اصلاح سے بے تعلق ہو جائیں اور "یا شیخ اپنی اپنی دیکھ" کا نعرہ لگانے لگیں۔ اصل بات یہ ہے کہ انسان اپنی اصلاح اور اپنی ذمہ داریوں سے غافل ہو کر دوسروں کے عیب تلاش کرنے میں نہ لگ جائے۔ اپنی اصلاح کے ساتھ ساتھ نیکی کی دعوت دیں اور دوسروں کی اصلاح کی کوشش بھی جاری رکھیں۔

اَلحمدُ للہ! دعوتِ اسلامی نے ہمیں ایک عظیم مقصد عطا فرمایا ہے کہ "مجھے اپنی اور ساری دنیا کے لوگوں کی اصلاح کی کوشش کرنی ہے۔" جب یہ مقصد ہمارے دل میں راسخ ہو جائے گا تو ہماری توجہ دوسروں کے ذاتی معاملات کے بجائے اپنی، اپنے گھر کی اصلاح اور اپنی آخرت کی تیاری کی طرف ہو گی۔ یوں ہم فضول باتوں، غیبت، بد گمانی، تجسس اور بے مقصد مشاغل سے خود بھی بچ سکیں گی اور دوسروں کو بھی بچانے کی کوشش کریں گی۔

الغرض! دوسروں کے معاملات میں بلاوجہ مداخلت کرنے کے بجائے اپنی ذمہ داریوں پر توجہ دینا، اپنے عیوب کی اصلاح کرنا اور اپنی آخرت کی تیاری میں مصروف رہنا ہی دانائی ہے۔ نبیِ پاک صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: خوشخبری ہے اس کے لیے جسے اس کے عیب (کی اصلاح) نے دوسروں کے عیب تلاش کرنے سے مشغول رکھا۔[4]

یاد رکھیے! تمام باتوں کا خلاصہ یہ ہے کہ ہم اپنے کام سے کام رکھیں، اپنی زندگی کو پُرسکون بنائیں، اپنی آخرت سنواریں۔ مگر اپنی اصلاح میں مصروف ہو کر دوسروں کی اصلاح سے ہرگز بے نیاز نہ ہو جائیں۔

اللہ پاک ہمیں اپنے کام سے کام رکھنے، اپنی اصلاح کرنے اور دوسروں کے حقوق کا خیال رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اٰمین بِجاہِ النّبیِّ الْاَمین صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم

---

1. ترمذی، 4/142، حدیث:2325
2. بخاری، 4/117، حدیث:6064
3. تفسیر خازن، 1/534
4. مسند بزار، 12/348، حدیث:6237

دوسروں کے کام میں مداخلت مت کیجیے

(نئی رائٹرز کی حوصلہ افزائی کے لئے یہ دو مضمون 52ویں تحریری مقابلے سے منتخب کر کے ضروری ترمیم و اضافے کے بعد پیش کیے جا رہے ہیں۔)

محترمہ بنتِ عطاء اللہ عطاریہ (فرسٹ پوزیشن)
(طالبہ: فورتھ ائیر، فیضانِ عطار بھینس کالونی کراچی)

ہر انسان کی اپنی زندگی، اپنا کام اور اپنی حدود ہوتی ہیں، مگر بدقسمتی سے ہمارے معاشرے میں بڑھتی ہوئی دیگر خرابیوں کی طرح دوسروں کے معاملات میں مداخلت کرنا بھی عام ہوتا جارہا ہے۔ لوگ اپنے معاملات سے زیادہ دوسروں کے معاملات میں دلچسپی لینے لگے ہیں۔ جہاں تک رائے اور مشورے کا تعلق ہے تو یہ اچھی بات ہے، ضرورت ہو تو ضرور دیجیے، لیکن خیال رہے کہ رائے مخلصانہ ہو کہ رائے اور مداخلت میں بڑا فرق ہے، جبکہ بے جا مداخلت نہایت ناپسندیدہ ہے، مگر کچھ لوگ اس عادت سے مجبور ہوتے ہیں۔ حضور نبیِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کا یہ ارشادِ مبارک آدابِ معاشرت کا ایک بہترین اصول ہے کہ آدمی کے اسلام کی خوبصورتی یہ ہے کہ وہ بیکار چیزوں کو چھوڑ دے۔[(1)]

دوسروں کے معاملات میں بے جا دخل دینے کی بیماری عورتوں میں نسبتاً زیادہ پائی جاتی ہے۔ بعض خواتین دوسروں کے ذاتی اور گھریلو معاملات کرید کرید کر پوچھتی، پوشیدہ باتوں کی ٹوہ میں رہتی اور دوسروں کے گھروں کے راز پتا کرتی ہیں۔ یاد رکھیے! گھریلو معاملات ذاتی نوعیت کے ہوتے ہیں اور لوگ عموماً ان کے بارے میں بات کرنا پسند نہیں کرتے۔ خاص طور پر رشتہ داری میں زیادہ احتیاط کی ضرورت ہے، کیونکہ چھوٹی چھوٹی باتیں بھی رشتوں میں دراڑ ڈال سکتی ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ کم کھانے میں صحت، کم بولنے میں حکمت اور لوگوں سے کم ملنے جلنے میں عافیت ہے۔ بہت زیادہ میل جول سے گفتگو بھی بڑھتی ہے اور بسا اوقات اختلافات اور ناراضیاں بھی پیدا ہو جاتی ہیں۔ پل بھر میں اِدھر کی بات اُدھر پہنچ جاتی ہے اور پھر بات کا بتنگڑ بن کر خاندانوں اور معاشرے میں بگاڑ کا سبب بن جاتی ہے۔

بے جا مداخلت تو ہر جگہ ہی بری ہوتی ہے، لیکن بدترین مداخلت وہ ہے جو مائیں اپنی بیٹیوں کے سسرال کے معاملات میں کرتی ہیں۔ بعض مائیں بیٹیوں کو سسرال کے خلاف بغاوت کا حوصلہ دیتی اور یہ باور کرواتی ہیں کہ ”ہم نے تمہیں بیچا نہیں ہے، کچھ بھی ہو اِدھر چلی آنا، ہم تمہاری مدد کے لیے تیار ہیں۔“ نتیجتاً بعض لڑکیاں انہی جذبات کے زیرِ اثر اپنی من مانی کرتی ہیں اور ساس، سسر اور شوہر کسی کو خاطر میں نہیں لاتیں۔ اس کے نتیجے میں سسرال والے بدظن ہو جاتے ہیں اور بسا اوقات شوہر بھی بدگمان ہو جاتا ہے، یوں والدین کی بے جا مداخلت بیٹی کا گھر بسانے میں رکاوٹ بن جاتی ہے۔

اسی طرح بعض گھروں میں پرانی کام والیاں بھی گھریلو معاملات میں دخل اندازی کرتی ہیں، اس لیے خاتونِ خانہ کو ان سے محتاط رہنا چاہیے۔ چونکہ کام والی گھر کے مختلف حصوں میں آتی جاتی ہے، اس لیے وہ بہت سے معاملات سے واقف ہو جاتی ہے اور بعض اوقات ”گھر کا بھیدی لنکا ڈھائے“ کے مصداق ایک گھر کی بات دوسرے تک پہنچا دیتی ہے۔ اس سے بچنے کا بہتر طریقہ یہی ہے کہ اپنے نجی معاملات بلاوجہ دوسروں کے سامنے ظاہر نہ کیے جائیں۔

Go To Index

بے جا مداخلت دراصل ایک بیکار مشغلہ ہے۔ اس سے بچنے کے لیے خود کو مفید کاموں میں مصروف رکھیں اور گفتگو میں ایسے موضوعات اختیار کریں جن کا کوئی مثبت نتیجہ نکلے۔ اس طرح اپنا بھی بھلا ہوگا اور دوسروں کو بھی فائدہ پہنچے گا۔

ہر انسان کو اپنی زندگی اپنے انداز سے گزارنے کا حق ہے۔ شادی، تعلیم، آمدنی یا اولاد میں تاخیر جیسے معاملات ذاتی نوعیت کے ہیں، اس لیے دوسروں کی زندگی میں مداخلت کرنے کے بجائے اپنی زندگی بہتر بنانے پر توجہ دینی چاہیے۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے شادی کی، آپ نے اپنی زوجہ کے پاس رات گزاری۔ صبح کے وقت دوستوں نے 3 بار پوچھا: آپ نے اپنی زوجہ کو کیسا پایا؟ یہ سن کر آپ نے ناراضی سے فرمایا: اللہ پاک نے گھروں کے پردے اور دروازے اس لیے بنائے ہیں کہ اندر کی بات اندر ہی رہے، لہٰذا تمہیں صرف ظاہری معاملات کے متعلق پوچھنا ہی کافی ہے۔[2] الغرض زندگی بہت مختصر ہے، اسے دوسروں کے معاملات میں مداخلت کرکے ضائع نہ کیجئے، اپنی حدود میں رہیے، اپنی ذمہ داریوں پر توجہ دیجئے اور اپنے معاملات کو سنوارنے کی کوشش کیجئے۔

محترمہ بنتِ محمد امیر عطاریہ
(طالبہ: ففتھ ائیر، جوہر آباد خوشاب)

دوسروں کے ذاتی معاملات، نجی فیصلوں اور روزمرہ کے کاموں میں بلاوجہ دخل دینا اور اپنی رائے مسلط کرنا مداخلت کہلاتا ہے۔ یہ انتہائی ناپسندیدہ عادت ہے جو معاشرتی بگاڑ، رنجشوں اور ذہنی کوفت کا سبب بنتی ہے۔ اس سے نہ صرف دوسروں کی نجی زندگی متاثر ہوتی ہے بلکہ مداخلت کرنے والیوں کا اپنا وقار اور سکون بھی برباد ہوتا ہے۔ جب کوئی کسی کے ذاتی دائرے میں قدم رکھتی ہے تو باہمی اعتماد کی فضا متاثر ہوتی ہے اور بے جا تجسس و ٹوہ کی عادت لوگوں کے درمیان دوریاں پیدا کرتی ہے۔ دوسروں کے معاملات میں مداخلت اکثر بدگمانی کی بنیاد پر کی جاتی ہے، جبکہ بدگمانی کے متعلق فرمانِ الٰہی ہے: یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِیْرًا مِّنَ الظَّنِّ٘ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ وَّ لَا تَجَسَّسُوْا (پ26، الحجرات:12) ترجمہ: اے ایمان والو! بہت زیادہ گمان کرنے سے بچو بیشک کوئی گمان گناہ ہو جاتا ہے اور (پوشیدہ باتوں کی) جستجو نہ کرو۔ اس آیتِ مبارکہ میں مسلمانوں کے پوشیدہ معاملات کی ٹوہ لگانے اور عیب تلاش کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ لہٰذا کسی کے ذاتی معاملات میں بلاوجہ دخل اندازی کرنا اور چھپ کر اس کی باتیں سننا بھی اس ممانعت کے دائرے میں آتا ہے۔

یہ آیت ہمیں اپنی اصلاح کی طرف متوجہ کرتی ہے۔ اگر ہر انسان اپنے دائرۂ کار میں رہے اور دوسروں کے نجی و ذاتی معاملات میں غیر ضروری مداخلت سے بچے تو ایک پُرسکون، باوقار اور مثالی معاشرہ وجود میں آسکتا ہے۔ حدیثِ مبارک میں ہے: آدمی کے اسلام کی خوبصورتی یہ ہے کہ وہ بیکار چیزوں کو چھوڑ دے۔[3]

معاشرتی اثرات دوسروں کی زندگی میں بلاوجہ دخل اندازی کے معاشرے پر نہایت منفی اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ اس سے تعلقات میں کشیدگی پیدا ہوتی ہے، احباب اور رشتہ دار ایک دوسرے سے بددل ہونے لگتے ہیں۔ اکثر لڑائی جھگڑوں اور گھریلو فساد کی ابتدا بھی دوسروں کے معاملات میں بے جا بولنے اور مداخلت کرنے سے ہوتی ہے۔

بچنے کا طریقہ لوگوں سے زیادہ میل جول اور فضول گپیوں سے بچیے کہ جب ملاقات ہی نہیں ہوگی تو دخل اندازی، غیبت، چغلی وغیرہ کی نوبت بھی نہیں آئے گی۔ اپنی اصلاح اور کاموں پر توجہ مرکوز کیجئے اور دوسروں کو ان کی نجی زندگی میں آزادی دیجئے۔ مشورہ طلب کرنے پر ہی دیجیے، جب تک کوئی آپ سے رائے نہ مانگے تب تک اپنی رائے دینے سے گریز کیجئے۔ اگر کوئی آپ کے مزاج کے خلاف کام کر رہی ہے تو برداشت کرنا سیکھیے کہ ہر بات پر تنقید کرنا ضروری نہیں۔

---

1 ترمذی، 4/142، حدیث: 2325

2 حلیۃ الاولیاء، 1/243، رقم: 599

3 ابن ماجہ، 4/344، حدیث: 3976

تحریری مقابلہ

اہم نوٹ! ان صفحات میں ماہنامہ خواتین کے 52ویں تحریری مقابلے میں موصول ہونے والے 535 مضامین کی تفصیل یہ ہے:

عنوان	تعداد	عنوان	تعداد	عنوان	تعداد
حضور ﷺ کی مجاہدین سے محبت	214	دوسروں کے کام میں مداخلت مت کیجیے	186	جوائنٹ فیملی سسٹم کے مثبت اور منفی پہلو	135

مضمون بھیجنے والیوں کے نام

حضور ﷺ کی مجاہدین سے محبت **تھانہ بولا خان:** ام عبدالقادر۔ **حیدرآباد: لطیف آباد8:** ہمشیرہ سید قوسین حیدر۔ **راولپنڈی: صدر:** بنت محمد خلیق عباسی۔ **سیالکوٹ: اگوکی:** بنت دلاور، بنت عرفان علی، بنت قدیر حسین۔ **بجوات:** بنت افتخار۔ **پاکپورہ:** بنت سید رضوان علی، بنت سلطان احمد، بنت محمد یونس، بنت مظہر جلیل، بنت محمد عرفان، بنت اسلام، ہمشیرہ حسیب احمد، بنت غفور حسین، بنت محمد نعیم، بنت اظہر، بنت راشد، بنت شکیل احمد، بنت شمس، بنت امتیاز حسین، بنت افتخار احمد، بنت محمد جمیل، بنت لیاقت علی، بنت اختر، بنت کاشف منیر، بنت افضل، بنت محمد رفیق، بنت راشد علی، بنت احسان الہی، بنت مقصود، بنت اصغر علی، بنت اللہ دتہ، بنت شفیق حسین، بنت وسیم حسین، بنت محمد حنیف، بنت شاہد، بنت محمد سلیم، بنت محمد ارشد، بنت محمد نواز، ہمشیرہ منیب احمد، ہمشیرہ محمد فیضان، بنت احمد رضا، بنت محمد خالد وسیم، بنت وسیم، بنت وارث علی، بنت حافظ اللہ دتہ، بنت محمود، بنت شاہد، بنت قیصر، بنت واصم نوید، بنت سہیل حمد۔ **تلواڑہ مغلاں:** بنت عمر، بنت رزاق احمد، بنت اظہر، بنت جاوید اقبال، ہمشیرہ غلام عباس، ہمشیرہ اسد شمس، بنت عدنان، بنت احمد رضا، بنت طارق، بنت شبیر، بنت قدیر، بنت غلام سرور، بنت اسلم، بنت عبدالوحید خان، بنت عبد القادر، اخت عبدالواحد، بنت محمد شکور، بنت رضا مصطفی، بنت ندیم احمد، بنت محمد عاصم، بنت خلیل، بنت محمد افضل، بنت شاہد، بنت محمد نعیم، ہمشیرہ محمد حسان، بنت رفیق، بنت وسیم علی۔ **شفیع کا بھٹہ:** ہمشیرہ محمد منیب، بنت عرفان، بنت عارف، بنت خالد، بنت جعفر حسین، بنت عبدالقیوم، بنت محمد اشرف، بنت خرم شہزاد، بنت اصغر، بنت محمد ریاض، بنت خوشی محمد، بنت رحمت، بنت کاشف شیراز، بنت شاہد محمود، بنت محمد اشفاق، بنت عبدالمجید، بنت دلاور حسین، ہمشیرہ حضر علی، بنت محمد شریف، بنت طارق محمود، بنت محمد جان، بنت محمد شمس، بنت رزاق بٹ، بنت شبیر احمد، بنت افتخار احمد، بنت اکرم، بنت عبدالرزاق، بنت محمد نواز، بنت محمد اشفاق، ہمشیرہ عمر جٹ، ہمشیرہ رمیض، بنت محمد یعقوب، ہمشیرہ ہارون اشفاق، بنت محمد امین شاہین، بنت محمد ایوب، بنت محمد عمران۔ **گلبہار:** ہمشیرہ محمد مزمل، اخت فیصل خان، بنت وارث، بنت نصیر، بنت رشید احمد، بنت عمران، بنت سلیم، بنت محمد فیاض، بنت جمیل، بنت رفیق، بنت محمد ارشد، ہمشیرہ ذوہیب، بنت خالد محمود، بنت طارق محمود، بنت محمد الیاس، بنت عرفان، بنت ذوالفقار، بنت اقبال، بنت شہزادہ، بنت ایاز خان، بنت علی احمد، بنت بشیر، بنت غلام حسین، بنت عمران محمد بنت رضوان، بنت خالد۔ **گھوگا:** بنت محمد ابدال، بنت محمد مقصود۔ **مظفر پورہ:** بنت محمد محمود احمد، بنت محمد لیاقت علی، بنت محمد اشرف، بنت محمد اعظم، بنت اعجاز احمد، بنت محمد طارق، بنت محمد اجمل قادری، بنت محمد نعیم طارق، بنت عمران، بنت عرفان، بنت محمد یاسر، بنت رمضان، بنت محمد شبیر، ہمشیرہ محمد عمر، بنت ارشد علی، بنت اعظم۔ **معراج کے:** بنت محمد افضل بھٹی، بنت محمد جاوید، بنت ریاض۔ **میانہ پورہ:** بنت محمد مبشر، بنت محمد الیاس، بنت قمر شہزاد، بنت سہیل، بنت اعظم مبین، بنت لطیف احمد، بنت مقصود حسین، بنت طارق حسین، بنت محمد نواز، بنت محمد افضال، اخت حمزہ عمران، بنت محمد جمیل، بنت مخدوم حسین، بنت سید ذاکر علی، بنت منور۔ **نند پور:** بنت ہدایت اللہ، بنت عبدالستار۔ **نواں پنڈ آرائیاں:** بنت ذوالفقار علی، بنت اسد محمود، بنت افتخار احمد، بنت محمد سعید، بنت اختر، ہمشیرہ احمد رضا، بنت عثمان، بنت لطیف، بنت سمیع اللہ، بنت شبیر احمد، بنت سلیم، بنت مولا بخش، بنت ندیم، بنت محمد زماں۔ **فیصل آباد: پنسیرہ:** بنت ریاست محمود۔ **جڑانوالہ:** بنت عبداللطیف، بنت محمد آصف، بنت علی محمد، بنت محمد فیض رسول۔ **چباں:** بنت ارشد محمود۔ **کراچی: شاہ فیصل ٹاؤن:** بنت سید اعجاز۔ **فیض مدینہ:** بنت محمد شاہد۔ **فیضانِ رضا:** بنت افضال، بنت غلام جیلانی۔ **فیضانِ عطار:** بنت شیر محمد۔ **گودھراں:** بنت انیس قریشی۔ **گجرات: سراجا منیرا:** بنت اصغر، بنت فیض الحسن، بنت محمد طارق۔ **لودھراں: شہزاد ٹاؤن:** بنت محمد صدیق۔ **ملتان: مل صادق آباد:** بنت نور حسین، بنت اصغر۔ **نارووال:** بنت محمد جاوید۔ **واہ کینٹ: خوشبوئے عطار:** بنت محمد شوکت۔

دوسروں کے کاموں میں مداخلت مت کیجیے **تھانہ بولا خان:** ام عبدالقادر۔ **ٹیکسلا ایوبیہ ٹاؤن:** بنت طارق۔ **حیدرآباد: لطیف آباد8:** بنت جاوید، بنت سید جاوید اقبال۔ **خوشاب: جوہر آباد:** بنت محمد امیر۔ **راولپنڈی: ٹینچ بھاٹا:** بنت عبدالرشید۔ **صدر:** بنت رمضان۔ **نیو افضل ٹاؤن:** بنت عاطف۔ **سیالکوٹ: اگوکی:** بنت ارشد۔ **پاکپورہ:** بنت سید رضوان علی، بنت سلطان احمد، ہمشیرہ حسیب احمد، بنت محمد یونس، بنت نوید حسین، بنت انور حسین، بنت محمد منیر، بنت افتخار احمد، بنت محمد جمیل، بنت اختر، بنت اظہر اقبال، بنت غفور حسین، بنت کاشف منیر، بنت شکیل احمد، بنت عبداللہ، بنت امتیاز حسین، بنت محمد نواز، بنت احسان الہی، بنت محمد خالد وسیم، بنت محمد رفیق، بنت

Go To Index

شمس، بنت محمد اعجاز، ہمشیرہ عظیم آفتاب، بنت فضل الحق، بنت وسیم، بنت محمد اشفاق، بنت ذیشان احمد، بنت محمد اقبال، بنت شاہد، ہمشیرہ محمد احمد، بنت عمران، بنت انور حسین، بنت شاہد، بنت وارث علی، بنت محمد شہباز حسین، بنت خالد، بنت محمود، ہمشیرہ دانیال، بنت راشد، بنت لیاقت علی، بنت راشد، بنت لیاقت علی، بنت اللہ دتہ، بنت شمشاد علی، بنت شبیر، بنت محمد طفیل، بنت ناظم۔ **تلواڑہ مغلاں:** بنت محمد اسلام، بنت غلام مصطفی، بنت جاوید سرور، بنت مختار خان، بنت عارف حسین، بنت شہباز، بنت اعجاز احمد، بنت توصیف انجم، بنت مطہر محمود، بنت سخاوت علی، بنت قدیر، بنت محمد جمیل، بنت شفیق، بنت فیصل مجید، بنت محمد ارشد، بنت عمران، بنت محمد آصف، اخت محمد زین، بنت مدثر اقبال، بنت جاوید آصف، بنت عبدالستار، بنت محمد ارشد، بنت جنید، بنت اکرم، بنت عدنان یوسف، بنت ناصر محمود، ہمشیرہ نعمان علی۔ **شفیع کا بھٹہ:** بنت صغیر احمد، بنت عرفان، بنت ندیم جاوید، بنت محمد نعیم، ہمشیرہ میر حمزہ، بنت محمد ابرار حسین، بنت محمد حبیب، بنت عبدالقیوم، بنت ہمایوں، بنت محمد سلیم، بنت رزاق، بنت محمد شاہد، بنت عثمان علی، بنت محمد اصغر مغل، بنت خالد حسن، بنت قاسم، بنت فضل الٰہی، بنت محمد شفیق، ہمشیرہ محمد سراج شمس، بنت نعیم، بنت مقبول احمد، بنت غلام مصطفی، بنت محمد جہانگیر، بنت بابر، بنت امجد پرویز۔ **گلبہار:** ہمشیرہ محمد ارشد، بنت محمد نعیم، بنت محمد اسلم، بنت اعجاز احمد، بنت عمران، بنت رمضان، بنت ایاز خان، بنت رفیق، بنت محمد عارف، بنت محمد شہباز، بنت ریاض، بنت نصیر احمد، بنت طارق فاروق، بنت جمیل، بنت امجد حسین، بنت منیر، بنت امیر حیدر۔ **گھوگا:** بنت عبدالواحد۔ **مظفر پورہ:** بنت محمد طارق، بنت محمد عمران، بنت عدنان، بنت محمد اظہر، بنت محمد شہباز، ہمشیرہ محمد احمد، ہمشیرہ غلام خواجہ، ام سلمی، بنت جاوید۔ **معراج کے:** بنت محمد شہزاد، بنت عبدالستار، بنت محمد شہزاد، بنت خالد حسین، بنت رضا حسین، بنت منیر حسین۔ **میانہ پورہ:** بنت محمد الیاس، بنت قمر شہزاد، بنت سہیل، بنت اعظم مبین، بنت لطیف احمد، بنت مقصود حسین، بنت طارق حسین، بنت محمد نواز، اخت حمزہ عمران، بنت محمد افضال، بنت محمد جمیل، بنت مخدوم حسین، بنت سید ذاکر علی، بنت منور، بنت فضل الحق۔ **نواں پنڈ آرائیاں:** بنت مبشر حسین، بنت اختر، ہمشیرہ احمد رضا، بنت حنیف، بنت عبدالعزیز، بنت عبدالرؤف، بنت عابد حسین۔ بنت محمد شفیع، بنت قمر، بنت شاہد۔ **کراچی: ایف بی ایریا:** بنت عبدالستار۔ **شاہ فیصل ٹاؤن:** بنت سید اعجاز۔ **فیضانِ آمنہ:** بنت رحمت علی۔ **فیضانِ رضا:** بنت جاوید۔ **فیضانِ عطار:** بنت اسماعیل، بنت سجاد احمد اعوان، بنت عطاء اللہ، بنت گلزار، بنت لیاقت علی، بنت محمد طالب۔ **گلشنِ عطار:** بنت ابو رجب آصف مدنی۔ **گودھراں:** بنت انیس قریشی۔ **ملیر:** بنت اسلم مغل۔ **کیلا سکے مجد دیہ ام الکبیر:** بنت غلام رسول باٹھ۔ **گجرات: کنگ سہالی:** بنت خرم سجاد۔ **ملکوال: منزل چوٹ دھیراں:** بنت جاوید۔ **بحرین عرب:** بنت مقصود۔

جوائنٹ فیملی سسٹم کے مثبت اور منفی پہلو **تھانہ بولا خان:** ام عبدالقادر۔ **حیدرآباد: لطیف آباد 8:** بنت بدر زمان، بنت سکندر خاور، بنت شکیل احمد۔ **سیالکوٹ: پاکپورہ:** بنت سید رضوان علی، بنت سلطان احمد، بنت محمد یونس، ہمشیرہ حسیب احمد، بنت غفور حسین، بنت انور حسین، بنت شمس، بنت امتیاز حسین، بنت افتخار احمد، بنت محمد جمیل، بنت اختر، بنت شکیل احمد، بنت افضل، بنت محمد رفیق، بنت محمد عامر، بنت محمد خالد حلیم، بنت فراز اختر، بنت انصر علی، بنت اصغر علی، بنت استخار حسین، بنت محمد نواز، بنت عامر، بنت راشد، بنت اصغر، بنت محمود، بنت مدثر حسین، بنت کاشف منیر، بنت شفاقت علی، بنت خالد، بنت ندیم، بنت فضل الحق۔ **تلواڑہ مغلاں:** بنت مرزا ذوالفقار بیگ، بنت بشارت علی، بنت محمد اسلم، بنت جواد، بنت سائیں ملنگا، بنت نذیر احمد، بنت جاوید آصف، بنت محمد آصف، بنت انور۔ **شفیع کا بھٹہ:** بنت سعید، بنت آصف اقبال، بنت عرفان، بنت عارف، بنت منیر حسین، بنت وحید اختر، بنت اللہ رحم، بنت سلیم، بنت محمد احمد، بنت محمد جمیل، بنت محمد اسلم، بنت آصف، بنت کرامت علی، بنت سرور، بنت محمد اکرام، بنت راشد محمود، بنت سید عاشق حسین شاہ، بنت محمد امین، ہمشیرہ محمد اسماعیل، بنت محمد الطاف، بنت محمد حبیب، بنت انتظار۔ بنت جعفر حسین، بنت خلیل۔ **گلبہار:** بنت ریاض، بنت محمد شہباز، بنت اصغر، اخت فیصل خان، بنت محمد شہباز، ہمشیرہ ذوہیب، بنت وارث، ہمشیرہ محمد قاسم، بنت شمس، بنت محمد اسلم، بنت رفیق، بنت ناصر، بنت علی احمد، بنت خالد حسین، بنت ایاز خان، اخت ابراہیم، اخت ثناء اللہ۔ **مظفر پورہ:** بنت شہزاد احمد، بنت حافظ محمد شبیر، بنت محمد طارق، بنت محمد منیر۔ **معراج کے:** بنت محمد اشرف، بنت محمد بوٹا۔ **میانہ پورہ:** بنت محمد الیاس، بنت قمر شہزاد، بنت سہیل، بنت اعظم مبین، بنت مقصود حسین، بنت طارق حسین، بنت محمد نواز، اخت حمزہ عمران، بنت محمد افضال، بنت محمد جمیل، بنت سید ذاکر علی، بنت منور۔ **نند پور:** بنت ہدایت اللہ، بنت عبدالستار۔ **نواں پنڈ آرائیاں:** بنت اختر، ہمشیرہ احمد رضا، بنت یوسف، بنت اسلام، بنت سمیع اللہ، بنت محمد آصف۔ **شیخوپورہ روشن پورہ:** بنت محمد ذوالفقار علی۔ **فتح جنگ:** بنت نواز۔ **فیصل آباد: سمندری:** بنت اشرف۔ **جڑانوالہ:** بنت راشد، بنت محمد نواز۔ **کراچی: اورنگی ٹاؤن:** بنت اکرم۔ **ایف بی ایریا:** بنت عبدالستار۔ **دھوراجی:** بنت شہزاد عالم۔ **شاہ فیصل ٹاؤن:** بنت سید اعجاز۔ **فیضانِ رضا:** بنت اسلم۔ **فیضانِ عطار:** بنت اکبر خان، بنت سرفراز نواز، بنت سید تنویر حسین، بنت صابر علی، بنت فیض رسول، بنت محمد اصغر، بنت محمد پرویز۔ **گجرات: سراجا منیرا:** بنت علی اصغر، بنت محمد افضال۔ **کنگ سہالی:** بنت فہیم احمد رضا، بنت محمد اکمل شکیل۔ **نارووال:** بنت محمد ریاض۔ **نواب شاہ: بہار شریعت:** بنت مفتی آصف اقبال۔

جوائنٹ فیملی سسٹم کے مثبت اور منفی پہلو

محترمہ بنتِ سرفراز نواز عطاریہ (فرسٹ پوزیشن)
(طالبہ: فورتھ ائیر، فیضانِ عطار بھینس کالونی کراچی)

ہمارے معاشرے میں جوائنٹ فیملی سسٹم بہت زیادہ رائج ہے۔ اس نظام میں شادی شدہ بھائی اپنے والدین کے ساتھ ایک ہی گھر میں مل جل کر رہتے اور اکٹھے کھاتے پیتے ہیں۔ اس نظام

کے مثبت اور منفی، دونوں طرح کے اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ اس کے چند تجزیاتی پہلو پیشِ خدمت ہیں:

مثبت پہلو

☆اس نظام میں چونکہ کئی فیملیز اکٹھی رہتی ہیں، لہٰذا ایک دوسرے کو کافی سہولت حاصل رہتی ہے۔ مثلاً: اگر کوئی شخص بیرونِ ملک یا بیرونِ شہر روزگار کے لیے گیا ہو تو اس کے بچوں کی نگہداشت اور بنیادی ضروریات وغیرہ کی ذمہ داری گھر والے پوری کرتے ہیں۔ اسی طرح بیماری یا کسی اور مسئلے کی صورت میں بھی مل جل کر اچھی طرح دیکھ بھال کی جاتی ہے۔

☆نیز ان کے بچے آپس میں مل جل کر رہتے، پیار و محبت بانٹتے اور ایک دوسرے سے محبت و تعاون سیکھتے ہیں۔ بزرگوں کے ساتھ رہنے کی صورت میں ان سے اچھی عادتیں سیکھتے، ان سے مشورے لیتے اور ان کے تجربات سے بہت فائدہ حاصل کرتے ہیں۔

☆اسی طرح جب چند فیملیز مل جل کر رہتی ہیں تو ان پر مالی دباؤ بھی کم ہوتا ہے، اخراجات تقسیم ہو جاتے ہیں اور آپس میں تھوڑا تھوڑا بانٹ کر تمام ضروریات پوری کی جاسکتی ہیں، جس سے گھر کے اخراجات آسانی سے پورے ہو جاتے ہیں۔

اسلام نے بھی اجتماعیت کو فروغ دیا ہے، حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے مسلمانوں کی آپس کی مضبوطی کو ایک مثال سے تشبیہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: ایک مومن دوسرے مومن کے ساتھ عمارت کی طرح ہوتا ہے کہ جس کا ایک حصہ دوسرے حصے کو قوت بخشتا ہے۔ پھر آپ نے اپنے ایک ہاتھ کی انگلیوں کو دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں داخل فرمایا۔[1]

منفی پہلو

جوائنٹ فیملی سسٹم کے جہاں فوائد ہیں وہیں اس کے منفی اثرات بھی بہت زیادہ ہیں۔ مثلاً:

☆جوائنٹ سسٹم کا ایک بڑا مسئلہ گھر کی عورتوں کے باہمی جھگڑے اور اختلافات ہیں۔ دیورانی، جٹھانی، نند اور ساس بہو کی آپس میں نہ بننے کی وجہ سے گھر کا ماحول خراب ہو جاتا ہے۔ اس کی ایک بنیادی وجہ یہ بھی ہوتی ہے کہ گھر کے بڑے انصاف نہیں کرتے اور ذمہ داریاں برابر تقسیم نہیں کرتے۔ خاندان کی بہو اور باہر سے آنے والی بہو میں فرق کیا جاتا ہے، اسی طرح جس بہو کے بیٹے ہوں اسے زیادہ اہمیت دی جاتی ہے۔ یاد رکھیے! جوائنٹ فیملی سسٹم اس وقت تک کامیاب نہیں ہو سکتا جب تک بڑے انصاف کے ساتھ کام تقسیم نہ کریں اور سب کے ساتھ مساوات کا سلوک نہ کریں۔ اگر ہر ایک کی رائے لی جائے اور سب کو مناسب اہمیت دی جائے تو یہ نظام بخوبی چل سکتا ہے۔

☆اس سسٹم کا ایک مسئلہ یہ بھی ہے کہ پردے کا اہتمام نہیں ہو پاتا۔ دیور، جیٹھ اور بھابھیاں آپس میں بے تکلف ہو جاتے ہیں اور یہ بے تکلفی بسا اوقات بڑی تباہی کا سبب بن سکتی ہے۔

☆اس نظام میں بعض اوقات کسی کو انفرادی آزادی حاصل نہیں ہوتی، ایک دوسرے کے کاموں اور کمروں میں بلاوجہ مداخلت کی جاتی ہے، جس سے بے چینی اور اختلافات پیدا ہوتے ہیں۔

☆نیز بچوں کا آپس میں موازنہ کیا جاتا ہے کہ فلاں ذہین ہے اور فلاں کمزور، جس سے بچوں کی ذہنی کیفیت متاثر ہوتی ہے۔ لہٰذا بڑوں کو چاہیے کہ بچوں کا ایک دوسرے سے موازنہ نہ کریں بلکہ ہر بچے کی صلاحیتوں کو سمجھتے ہوئے اس کی حوصلہ افزائی کریں۔

☆اسی طرح اگر کوئی بھائی اچھا نہ کماتا ہو تو بعض اوقات اس کی عزتِ نفس مجروح کی جاتی ہے اور اسے طعن و تشنیع کا نشانہ بنایا جاتا ہے، جو باہمی محبت اور احترام کے لیے نقصان دہ ہے۔

الغرض! جوائنٹ فیملی سسٹم اسی وقت کامیابی سے چل سکتا ہے جب اس میں ہر فرد کو مناسب انفرادی آزادی دی جائے، ایک دوسرے کی حدود اور اخلاقیات و انصاف کو پیشِ نظر رکھا جائے۔ یہ نظام محبت، تعاون اور اتحاد کو فروغ دے سکتا ہے، لیکن اگر اس میں برداشت، انصاف اور باہمی احترام نہ ہو تو یہی نظام اختلافات اور مسائل کا سبب بھی بن سکتا ہے۔

---

1 بخاری، 2/127، حدیث: 2446

اللہ کا پیغام کورس

(اس سلسلے میں ہر ماہ اس شعبے سے متعلق مفید معلومات بیان کی جاتی ہیں۔)

قرآنِ کریم اہلِ ایمان کے لیے ہدایت واصلاح کا بنیادی ذریعہ اور دستورِ حیات ہے۔ اس کی آیات سے حقیقی فائدہ اٹھانے کے لیے ایمان بنیادی شرط ہے۔ اسی لیے اللہ پاک نے قرآنِ کریم میں اہلِ ایمان کو یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کے حسین اور ایمان افروز انداز میں مخاطب فرما کر کئی خصوصی احکام عطا فرمائے ہیں۔ قرآنِ پاک میں اس خطاب کے ساتھ 89 آیات موجود ہیں، جبکہ دیگر الفاظ اور طریقوں کے ذریعے بھی اہلِ ایمان کو بہت سے احکام عطا فرمائے گئے ہیں۔

دائرۂ اسلام میں داخل ہونے کے لیے اللہ پاک کی وحدانیت، آخری نبی حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی نبوت اور قرآنِ کریم کے اللہ پاک کی آخری کتاب ہونے پر ایمان لانا ضروری ہے۔ اسی طرح زندگی کے تمام معاملات میں اللہ پاک اور اس کے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے عطا فرمائے ہوئے احکام پر عمل کرنا اور ممنوعات سے بچنا بھی ضروری ہے۔ اور چونکہ علم کے بغیر درست عمل ممکن نہیں، اس لیے احکام و ممنوعات کا علم حاصل کرنا بھی ضروری ہے۔ علمِ دین کے حصول کا بنیادی ذریعہ قرآن وحدیث اور ان سے متعلقہ علوم ہیں۔ علمائے شریعت اور صوفیائے طریقت نے ہمیشہ علمِ دین کی تعلیم کے لیے مختلف مؤثر طریقے اختیار فرمائے، جن میں قرآنِ کریم کی آیات، احکام اور تعلیمات سے آشنائی بھی ایک اہم ذریعہ ہے۔

اس کورس میں بالخصوص ان تمام آیات کو جمع کیا گیا ہے جن میں اللہ پاک نے یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کہہ کر اہلِ ایمان کو مخاطب فرمایا، اور ان آیات کی تفسیر و تشریح کے ساتھ ان سے متعلقہ دیگر اہم موضوعات کو آسان اور عام فہم انداز میں پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

کورس کے مشمولات

☆ نبیِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہونے کے آداب۔ ☆ صبر اور نماز کی تلقین۔ ☆ راہِ خدا میں مال خرچ کر کے آخرت کی تیاری کا حکم۔ ☆ سود کھانے کی ممانعت۔ ☆ باطل طریقے سے ایک دوسرے کا مال کھانے کی ممانعت۔ ☆ عدل و انصاف کے تقاضے پورے کرنے کا حکم۔

کورس کرنے کے بعد آپ کس قابل ہو جائیں گی؟

اس کورس کے ذریعے طالبات کے اندر قرآنِ پاک سے محبت، اس کی تعلیمات کو سمجھنے اور ان پر عمل کرنے کا جذبہ مزید پروان چڑھے گا، نیز ان کے دینی شعور میں اضافہ ہو گا۔ ان شاء اللہ! اس کی برکت سے وہ قرآنِ پاک میں بیان کردہ اہلِ ایمان کے خصوصی احکامات کو سمجھنے، اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی میں ان پر عمل کرنے اور قرآنی تعلیمات کے مطابق زندگی گزارنے کا جذبہ حاصل کریں گی، جو دنیا و آخرت کی کامیابی کا ذریعہ بنے گا۔

کورس کی اہلیت

یہ کورس ہر وہ اسلامی بہن کر سکتی ہے جس کی عمر کم از کم 13 سال ہو۔ اردو زبان لکھنا پڑھنا جانتی ہو۔

ایڈمیشن کے لئے رابطہ نمبر:

03139292992 | 03142036541

Go To Index

جُمادَی الاُولیٰ کے چند اہم واقعات

مزید معلومات کے لیے پڑھیے	نام/واقعہ	تاریخ/ماہ/سن
ماہنامہ فیضانِ مدینہ جُمادَی الاُولیٰ1438ھ	یومِ وِصال: اعلیٰ حضرت کے داداجان حضرت علّامہ مفتی رضا علی خان رحمۃ اللہ علیہ	2 جُمادَی الاُولیٰ1286ھ
ماہنامہ فیضانِ مدینہ جُمادَی الاُولیٰ1438ھ	یومِ عرس: حضرت شاہ رُکنِ عالَم ابو الفتح رُکنُ الدّین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ	7 جُمادَی الاُولیٰ735ھ
ماہنامہ فیضانِ مدینہ جُمادَی الاُولیٰ1439ھ	یومِ وصال: حضرت علّامہ وصی احمد محدّثِ سُورتی رحمۃ اللہ علیہ	8 جُمادَی الاُولیٰ1334ھ
ماہنامہ فیضانِ مدینہ جُمادَی الاُولیٰ1438ھ	یومِ شہادت: صحابیِ رسول حضرت عبدُ اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما	17 جُمادَی الاُولیٰ73ھ
ماہنامہ فیضانِ مدینہ جُمادَی الاُولیٰ1440ھ	یومِ وِصال: شہزادۂ اعلیٰ حضرت، حجۃُ الاسلام مفتی محمد حامد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ	17 جُمادَی الاُولیٰ1362ھ
ماہنامہ فیضانِ مدینہ جُمادَی الاُولیٰ1438ھ	یومِ وِصال: امام جلالُ الدّین عبد الرحمٰن سیوطی شافعی رحمۃ اللہ علیہ	19 جُمادَی الاُولیٰ911ھ
ماہنامہ فیضانِ مدینہ جُمادَی الاُولیٰ1438ھ	یومِ وِصال: حضرت اسماء بنتِ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہما	27 جُمادَی الاُولیٰ73ھ
ماہنامہ فیضانِ مدینہ جُمادَی الاُولیٰ1442ھ	جنگِ موتہ: اس میں صرف تین ہزار مسلمانوں نے دو لاکھ کفّار سے مقابلہ کیا، اس جنگ میں حضرت جعفر طیار، حضرت زید بن حارثہ اور حضرت عبدُ اللہ بن رَواحہ سمیت 12 صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے جامِ شہادت نوش فرمایا اور مسلمانوں کو عظیم فتح ملی۔	جُمادَی الاُولیٰ8ھ
ماہنامہ فیضانِ مدینہ جُمادَی الاُولیٰ1439ھ	وِصالِ مبارکہ: حضرت شاہ یقیق بخاری نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ	جُمادَی الاُولیٰ855ھ

55واں تحریری مقابلہ عنوانات برائے جنوری 2027

1 اللہ پاک کی حضور سے محبت
2 شرمت پھیلایئے
3 نماز کے طبی فوائد

مضمون بھیجنے کی آخری تاریخ 20 اکتوبر 2026

مزید تفصیلات کے لئے اس نمبر پر رابطہ کریں صرف اسلامی بہنیں: +923486422931

فیضانِ صحابیات خیابانِ صادق سرگودھا

رسولِ کریم صلی اللہُ علیہ واٰلہٖ وسلم کی کرم نوازی اور امیرِ اہلِ سنت حضرت علامہ مولانا محمد الیاس عطار قادری دامت برکاتہم العالیہ کی دعاؤں کے فیضان سے **فیضانِ صحابیات خیابانِ صادق سرگودھا(اسٹریٹ 1، فیز4، گلی نمبر4، ہاؤس نمبر 67)** کا باقاعدہ افتتاح 26 دسمبر 2025 کو دعوتِ اسلامی کی مرکزی مجلسِ شوریٰ کے رکن حاجی و قاریُ المدینہ عطاری دامت برکاتہم العالیہ نے فرمایا۔

آفسز کی تعداد:

الحمدُ للہ !اس عمارت میں ابھی 6 آفسز قائم ہیں۔ان شاء اللہ مستقبل میں 5 شعبہ جات کے مزید آفسز قائم کئے جائیں گے۔

فیضانِ صحابیات مکہ ٹاور صدر کراچی میں ہونے والے دینی کام:

- الحمدُ للہ فیضانِ صحابیات میں رہائشی کورسز،اسلامی بہنوں کے مدنی مشورے منعقد کیے جاتے ہیں،اس کے علاوہ وقتاً فوقتاً اہلِ علاقہ کی سہولت کے پیشِ نظر شارٹ کورسز بھی کروائے جاتے ہیں۔اب تک تقریباً 23 کورسز ہو چکے ہیں۔تقریباً 305 اسلامی بہنوں نے ان کورسز سے استفادہ کیا۔
- الحمدُ للہ !یہاں پر ہفتے میں ایک دن درسِ قرآن کا سلسلہ بھی ہوتا ہے۔
- چھوٹی بچیوں کو قرآنِ پاک کی تعلیم دینے کے لئے 2 ماہ سے گلی گلی مدرسۃ المدینہ لگایا جارہا ہے۔
- بروز بدھ اسلامی بہنوں کا ہفتہ وار سنتوں بھرا اجتماع ہوتا ہے،شرکا کی تعداد کم و بیش 20 سے 25 ہوتی ہے۔
- دوپہر 3 تا 4 تک تقریباً 3 ماہ سے 1 مدرسۃ المدینہ بالغات بھی لگ رہا ہے۔شرکا کی تعداد 10 ہوتی ہے۔
- بروز اتوار صبح 9 تا دوپہر 1 بجے تک روحانی علاج کا بستہ بھی لگایا جاتا ہے۔
- سالانہ تقریباً 4 بڑے اجتماعات منعقد ہوئے،جن میں شرکا کی تعداد 70 سے 100 کے درمیان رہی۔
- مختلف شعبہ جات کے 3 لرننگ سیشنز ہوئے،شرکت کرنے والیوں کی تعداد کم و بیش 50 تھی۔

ib.darulsunnahpak@dawateislami.net